مجتہدین میں کوئی بٹوارہ نہیں ، مذاہب اربعہ کے مجتہدین اہلحدیث کے بھی امام اور مجتہد ہیں ، ائمہ حدیث بخاری ، مسلم ، ابوداود ، ترمذی ، ابن خزیمہ ، ابن جریر طبری ، ابوعبدالرحمن اوزاعی ، ابویوسف اور محمد ، یہ سب اہلحدیث کے مجتہد ہیں البتہ حق کسی میں محصور نہیں نہ کسی کو مقام نبوت ملا ہے نہ مقام عصمت حاصل ہے غزارت علم کے باوجود غلطی ممکن بھی ہے اور واقعہ بھی ، اس لئے کسی کے اجتہادات واجب القبول نہیں ہو سکتے اور نہ واجب الاتباع ۔

[تحریک آزادئ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی]

اگست - ستمبر ۲۰۱۳ء / شوال - ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

اگست - ستمبر ۲۰۱۳ء / شوال - ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

• ڈیزائن کمپوزنگ: رضی الرحمٰن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai

14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

فون: 022-26520077 فیکس: 022-26520066 email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

مکافاتِ عمل

● سعید احمد بستوی

إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ (طٰہٰ: ۷۴)

ترجمہ: بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوگا اس کے لئے دوزخ ہے، جہاں نہ موت ہوگی اور نہ زندگی۔

جہنم میں بدکردار مجرم گنہگار سرکش اور متمرد لوگ چلے جائیں گے، عذاب سے تنگ آکر موت کی آرزو کریں گے، تو موت نہیں آئے گی اور رات دن عذاب میں مبتلا رہنا کھانے پینے کو زقوم جیسا تلخ درخت اور جہنمیوں کے جسموں سے نچوڑا ہوا خون اور پیپ ملنا یہ کوئی زندگی ہوگی۔ اللھم اجرنا من عذاب جھنم۔

آگ سے کھیلو گے تو جل جاؤ گے اندھیرے میں رہ کر روشنی نہیں مل سکتی اور روشنی میں رہ کر اندھیروں میں ٹھوکر نہیں کھا سکتے اگر تم اس جہانِ مستعار کی چندروزہ زندگی کو برائی میں گذاروگے تو دونوں جہان میں ذلیل وخوار ہوگے اور اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے برے اعمال کی سخت سے سخت سزا دے گا۔ ہر فرد بشر کو غور کرنا چاہئے کہ یہ چندروزہ زندگی گمرہی میں بسر کرکے ہمیشہ ہمیش کیلئے انتہائی دکھوں مصیبتوں تکلیفوں کی زندگی گذارنا کونسی دانشمندی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تمہارے پاس مجرم اور گنہگار بن کر آئے گا اس کے لئے قانون مجازات ہیں، اگر مجرم ہے تو اس کی زندگی موت وحیات کی کشمکش میں جلتے ہی گذرے گی، انسان جہنم میں چلا جائے گا کھانے کے لئے مانگے گا بھوک لگے گی کہے گا اللہ تو نے جہنم میں پھینک دیا اب کھانے کو کچھ دیدے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ (الدخان: ۴۳۔۴۹)

بیشک زقوم (تھوہر) کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے مثل تیز گرم پانی کے اسے پکڑلو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچاؤ پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ (اس سے کہا جائے گا) چکھتا جا تو تو بڑا ذی عزت اور بڑے اکرام والا تھا۔

اَلْمُهْلِ پگھلا ہوا تانبہ آگ میں پگھلی ہوئی چیز یا تلچھٹ تیل وغیرہ کے آخر میں جو گدلی سی مٹی کی تہ رہ جاتی ہے، زقوم کھائے گا تو وہ خوراک کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں کھولے گی۔

زقوم، تزقم سے مشتق ہے، جس کے معنی بدبودار اور کریہہ چیز کے نگلنے کے ہیں۔ اس درخت کا پھل بھی کھانا اہل جہنم کے لئے سخت ناگوار ہوگا کیونکہ یہ سخت بدبودار، کڑوا اور نہایت کریہہ ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے درختوں میں سے ہے اور عربوں میں متعارف ہے۔ یہ قطرب درخت ہے جو تہامہ میں پایا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کوئی دنیاوی درخت نہیں ہے اہل دنیا کے لئے یہ غیر معروف ہے۔ (فتح القدیر)

لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور یہ وہی درخت ہے جسے اردو میں سینڈھ یا تھوہر کہتے ہیں۔

اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں گر جائے تو اہل دنیا کی پورے متاع حیات کو بگاڑ کر رکھ دے، اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (نساء:۵۶)

جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔

یہ جہنم کے عذاب کی سختی ہے، تسلسل اور دوام کا بیان ہے۔ صحابہ کرام سے منقول بعض آثار میں بتلایا گیا ہے کہ کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں بار بلکہ سینکڑوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔ مسند احمد کی روایت کے رو سے جہنمی جہنم میں اتنا فربہ ہوجائیں گے کہ ان کے کانوں کی لو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت جتنا ہوگا۔ ان کی کھال کی موٹائی ستر بالشت اور داڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی۔ انسان جلے گا سوچے گا کہ جل بھن کر ختم ہوجائیں گے مگر ایسا نہیں ہوگا ایک کھال اترے گی تو دوسری چڑھے گی اس کو دکھوں سے نجات نہیں ملے گی۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا پھر اسے جنت ودوزخ کے درمیان میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا پھر ایک منادی اعلان کرے گا اے اہل جنت تم پر کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! تم پر بھی کبھی موت نہیں آئے گی چنانچہ جنت والوں کی خوشی میں اور جہنم والوں کے غم میں اور اضافہ ہوجائے گا۔

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۝۱۰۴ (المومنون:۱۰۴)

ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

کلح کے معنی ہوتے ہیں ہونٹ سکڑ کر دانت ظاہر ہوجائیں ہونٹ گویا دانتوں کا لباس ہیں جب یہ جہنم کی آگ سے سمٹ اور سکڑ جائیں گے تو دانت ظاہر ہوجائیں گے جس سے انسان کی صورت بدشکل اور ڈراونی ہوجائے گی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ ایک تیز رفتار سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔ (بخاری:۶۵۰۱۔ مسلم ۲۸۵۲)

قارئین کرام! یہ جہنم اور اس کی ہولناکی اور جہنم کا کھانا اس کے عذابات جہنم میں انسان کی شکل وصورت کا بگڑ جانا، مسلسل عذاب سہتے رہنا، اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور ابدالآباد مجرم اس میں پڑا رہے گا، دکھوں کی مار جھیلتا رہے گا، آپ کو اللہ نے یہ حیات مستعار جو دی ہے اس میں اچھے کام کر جاؤ تا کہ اللہ کی جہنم سے نجات مل جائے یہی سب سے بڑی کامیابی وکامرانی ہے، اللہ سے جہنم سے پناہ چاہتے رہو اور اللہ کی جنت کے امیدوار اور طلبگار رہو اور ایسے کام کرو جو ہمیشگی والی زندگی میں کام آئے۔

✿✿✿

حلقۂ حدیث

دو چہرے والا

● سعید احمد بستوی

بہتان طرازی غیبت، چغلی نفاق کی مذمت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وعن ابی هريرة رضی الله عنه مرفوعاً "ان شر الناس عند الله يوم القيامة ذوالوجهين ألذی یاتی هولاء بوجه وهؤلاء بوجه ۔"

[احمد، بخاری ومسلم]

اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین انسان وہ ہوگا جو دو منہ والا ہے وہ جو کہ ان لوگوں کے پاس آتا ہے تو ایک منہ سے بات کرتا ہے ان کے دشمنوں کے پاس جاتا ہے تو دوسرے منہ سے بات کرتا ہے۔

منہ دیکھی بات کرنا اور "با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام" جن کا شیوہ ہو ایسے لوگ دونوں فریقوں کے لئے سخت مضر ونقصان رساں ہوتے ہیں۔ اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لگانا اسی کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ (البقرہ: ۱۴)

یعنی ایمان والوں سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ ہم بھی ایماندار ہیں اور جب اپنے شیاطین یعنی اسلام دشمنوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں سے ہمارا ملنا جلنا تو محض مذاق اور ٹھٹھے کے طور پر ہے ایسے ہی منافقین کیلئے قرآن پاک میں سخت ترین وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

مصنف "الاداب الشرعیہ" فرماتے ہیں یہ روش نفاق ہے بلکہ دھوکہ بازی اور جھوٹ ہے اور ہر دو فریق کی پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے کے لئے ایک بدترین حیلہ ہے اس لئے کہ ایسا آدمی ہر ایک فریق کے پاس جا کر ایسی باتیں کرتا ہے جن سے وہ فریق خوش ہو اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ بھی اس فریق سے تعلق رکھتا ہے یہ کھلی ہوئی مداہنت ہے جو حرام ہے علماء نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

آیت قرآنی میں اہل نفاق کو **کانهم خشب مسندة** بتلایا گیا ہے یعنی گویا وہ ایسی کٹی ہوئی لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار ہی کے سہارے کھڑی رہ سکتی ہیں ایسے ہی منافقین ان لوگوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں جو ان کی مدد کریں اور جن کے ذریعہ سے ان کو غلبہ حاصل ہو ان کو اس سے غرض نہیں کہ وہ لوگ جن کا وہ سہارا ڈھونڈتے ہیں وہ ایمان دار ہیں یا بے ایمان، (**یحسبون کل صیحة علیهم**) ان کا گمان ہے کہ ہر بلند ہونے والی آواز کا نزلہ ان پر ہی پڑنے والا ہے یہ خیال ان کے ذہن نشین ہوگیا ہے،

(هم العدو) حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں کیونکہ اندرو باہر ہر جگہ فساد پھیلا ناان کا رویہ ہے۔ ابوشعثاء کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ ہم جب امیر کے ہاں جاتے ہیں تو ہم ان کی تعریف کرتے ہیں، باہر نکل کر ان کی برائی کرتے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اس خصلت کو نفاق کہا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ:

" آیة المنافق ثلاث۔وزادہ مسلم: وان صام و صلی وزعم انہ مسلم۔إذا حدث کذب وإذا وعد اخلف وإذا عاھد غدر" رواہ البخاری و مسلم ولہ ما ایضا لاحمد وغیرہ الثالثة واذا أوتمن خان۔

یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں اگر چہ وہ نمازی اور روزہ دار اور اپنے آپ کو مسلمان جانتا ہو مگر وہ ان تین خصلتوں کے موجود ہوتے ہوئے مسلمان نہیں بلکہ منافق ہے وہ تین علامتیں یہ ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، جب کوئی معاہدہ کرے خود ہی اسے توڑ دے۔

ایک روایت کے مطابق تیسری علامت یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً چار خصلتیں جس میں موجود ہوں گی وہ پکا منافق شمار کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی یہ ایک علامت مانی جائے گی یہاں تک کہ اس سے باز آجائے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں جب امانت رکھی جائے خیانت کرے، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے توڑ دے، جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے، یہ نفاق عملی ہے۔

اسلام کے بارے میں تکذیب کا نفاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ مقصد یہ کہ آج ہم کسی کے بارے میں نفاق اعتقادی کا حکم لگانے کے مجاز اس لئے نہیں ہیں کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا جس کے ذریعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے منافقین کا علم ہو جایا کرتا تھا۔ ہم ظاہری اعمال کو دیکھ کر صرف عملی نفاق ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں، ایک حسن خلق، دوسرے دین کی سمجھ، یہ ہر دو چیزیں منافق میں نہ پاؤ گے۔

بعض حضرات کا یہی وطیرہ شیوہ اور رویہ بن چکا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو دین کی سچی اسپرٹ سے بالکل عاری ہیں، ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے، جھگڑا لڑائی سر پھٹول ان کا محبوب مشغلہ ہے اور عمل و اخلاق کے نام پر ان کی تہی دستی دیکھ کر حد سے زیادہ افسوس ہوتا ہے۔

اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اشتعال پیدا کرنا اور مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے سے دست و گریباں کر دینا، ان میں اخلاق حسنہ کی بو تک نہیں پائی جاتی، یہی وہ لوگ ہیں جو دین کی سچی اسپرٹ سے بالکل عاری ہیں ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔

بقول شخصے ؎

جگر جس سے شق ہوں وہ تقریر کرنی
گنہگار بھائی کی تحقیر کرنی

❁❁❁

اداریہ

رہبر ملک وقوم

● سعید احمد بستوی

آزادی کے حصول کے بعد ہندوستان میں سیاسی اضطراب وبے چینی ہے نہایت افسوس کن ہے، لیڈران کا حال عوام کے تعلق سے انتہائی ابتر ونا گفتہ بہ ہے۔ ہمارا ملک انتہائی تشویش ناک دور سے گذر رہا ہے۔ اقتدار کے لئے سیاسی لیڈران اندھا دھند جدوجہد کررہے ہیں اور دیانت دار اور محنتی عوام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں، سیاسی افراد میں اخلاق مفقود ہورہا ہے یہ سب لیڈر سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انتہائی گھٹیا قسم کی حرکتیں کرتے ہیں، ان قابل نفرت اور مکروہ قسم کے لیڈروں نے گھٹیا قسم کی آمریت ملک پر قائم کردی ہے جس سے موقعہ پرستوں اور ابن الوقتوں نے خوب ہاتھ رنگے اور دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹی اور غذائی بحران پر قابو پانے کی کوشش نہ کی۔ آج ایک دوسرے پر الزام درالزام کا دور دورہ ہے، عوام کی بھلائی کی کوئی بات نہیں ہوتی ہے جب عوام کی بات ہوتی ہے تو کوئی کہتا ہے ایک آدمی ایک روپے میں کھانا کھا سکتا ہے اور کوئی کہتا ہے ایک آدمی ۵/ روپے میں پیٹ بھر کھانا کھا سکتا ہے کوئی اونچا اٹھا تو اس نے کہا جناب ۱۲/ روپے میں پیٹ بھرا جاسکتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ گورنمنٹ کی ایک تھالی تین ہزار روپے میں اور عوام کی تھالی کا یہ حال؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی؟ ان آمرانہ مزاج رکھنے والوں کو کسی کے ننگے بھوکے اور بیمار ہونے سے کیا لینا دینا کسی ریاست میں صوبائی سطح پر غریبی ریکھا کی مقرر کردہ لائن دی گئی ہے اور دو روپے کلو گیہوں اور ۳ روپے کلو چاول تقسیم کرکے واہ واہی بٹورنا چاہتے ہیں اکثریت اس سے محروم، موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے، مہنگائی کمر توڑ ہے اور اوسط آدمی کا گذر بسر ناممکن اور محال ہوتا جارہا ہے، زراعت اور زمینوں کی اصلاحات کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی، زرعی اصلاحات کو سیاسیات کا کھلونا بنالیا گیا اور غذائی پیداوار بڑھانے کے لئے کوئی ٹھوس وتعمیری اقدامات نہیں کئے گئے، ملک کی سرحدوں پر اسمگلنگ زوروں پر ہے وہاں اشیاء خوردنی اور ادویات کی اسمگلنگ ہورہی ہے اور اس کی وجہ سے عوام کو انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی بل لایا جاتا ہے تو وہ ہنگامے کی نذر ہوجاتا ہے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی ہوتی ہے نوبت بایں جا رسید مہذب دنیا کے یہ لوگ سماج کے

ٹھیکدار عوام کے نمائندے جنہیں عوام پر اچھا اثر چھوڑنا چاہئے تھا وہ لوگ پارلیمنٹ و اسمبلی ہالوں میں ایک دوسرے پر مائک وکرسی نیز ہاتھ پیر چلانے سے بھی باز نہیں رہتے، میڈیا کے اس دور میں عوام اس کا براہ راست مشاہدہ کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی افراد و نمائندوں کی ذہنیت کس قدر پست ہوچکی ہے۔ ۲۰۱۴ء میں ملک میں عام انتخاب کا بگل بج چکا ہے، ہر ایک اپنے مفاد کی روٹی سینکنے پر لگا ہوا ہے، بلند بانگ دعوؤں کی بھر مار ہے، ہر ایک کا اپنا ہدف ہے اور وہ اسی پر چل رہا ہے، کوئی ہندوتو کا خواب دیکھتا ہے، کوئی رام مندر کا راگ آلاپ رہا ہے، کوئی رام راج لانے کو کہہ رہا ہے، کوئی جمہوری اور آئینی حکومت پر زور دے رہا ہے، غرضیکہ جتنے لیڈر اتنی بولیاں عوام کے مفاد یا عوامی حکومت کی بات کوئی نہیں کر رہا ہے۔ ملک میں عام انتخابات بھی ہوجائیں تو یہ ہنگامہ آرائی ختم نہیں ہوسکتی اور انتخابات کے باوجود ملک میں مضبوط گورنمنٹ قائم نہیں ہوسکتی، اچھے آدمی کوئی آسمان سے اتر کر نہیں آئیں گے انتخابات ذاتی، علاقائی اور صوبائی بنیادوں پر لڑے جائیں گے، ان مفاد پرست خودغرض سیاسی لیڈروں نے جمہوریت کو افسوسناک ڈھونگ بنا کر رکھ دیا ہے ایڈمنسٹریشن کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، ان ابن الوقت لیڈروں کی موجودگی میں انتخابات نہ آزادانہ ہوں گے اور نہ ہی منصفانہ اور ملک کو درپیش مشکلیں دور نہ ہوں گی بلکہ مشکلیں اور مصیبتیں بڑھیں گی، جیسا کہ صوبوں کی تقسیم در تقسیم کا مطالبہ عوام کی طرف سے جاری ہے مثلاً تلنگانہ کا ایشو گرمایا ہوا ہے، کوئی ودربھ کو الگ ریاست کا درجہ دینے پر تلا ہوا ہے، کوئی گورکھا لینڈ کا مطالبہ کر رہا ہے، بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آرہی ہیں، ایک دن ایسا آئے گا کہ ملک خانہ جنگی کے دہانے پر آکھڑا ہوگا، اپنے اپنے مفاد کے لئے حکمراں کیا سے کیا کر گذرتے ہیں ان خود غرض لیڈروں میں کتنی حب الوطنی ہے، ایک دوسرے پر غیر ذمہ دارانہ نکتہ چینی کی جاتی ہے، یہ نکتہ چینی حب الوطنی کو مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ ذاتی مفاد سامنے رکھتے ہوئے کی جاتی ہے ان کی سوچ آئینی وجمہوری نہیں ہوتی نہ ہی ملک کے عوام و مفادات کی بات ہوتی ہے، بلکہ اپنی سیاسی پارٹی اور ان کے بنائے ہوئے فارمولوں پر ہوتی ہے یہاں تو رجحان یہ پیدا ہوگیا ہے کہ سارے الزامات برسر اقتدار پارٹی پر دھر دیا جائے اور اپنا پلو اس سے جھاڑ لیا جائے، جیسا کہ موجودہ فرقہ وارانہ فساد مظفر نگر میں دیکھا گیا۔ ہر ایک دوسرے پر الزام تراشی میں مصروف ہے مگر ان ننگے بھوکے کیمپوں میں پڑے عوام کی خیر خبر کون لیتا ہے۔ عوام کی بھاری اکثریت موجودہ طریقۂ کار پر یقین نہیں رکھتی، لوگوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور یہ بے چینی حق بجانب ہے، خودغرض سیاسی لیڈران ان کی خدمت نہیں کرسکے اور وہ عوام کے اعتماد کے اہل ثابت نہیں ہوئے، آنے والے دنوں میں عوام کو چاہئے کہ اپنا حق رائے دہی کا استعمال بغیر کسی مادہ و مفاد کے آئینی وجمہوری طور طریقے پر کریں جس میں ملک وعوام کی بھلائی مضمر ہو۔

عبادات

عشرۂ ذوالحجہ کے فضائل واعمال

● ادارہ

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ بڑی مہربانی ہے کہ اس نے انہیں عبادتوں کے حسین مواقع عطا کئے، ان موقعوں پر اللہ کے نیک بندے اضافی اعمال صالحہ کے لئے کمربستہ ہوجاتے ہیں اور ان اعمال وعبادات کے ذریعے رب سے قریب ہونے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان مبارک موقعوں میں سے ایک موقعہ عشرۂ ذی الحجہ کا ہے، یہ وہ ایام ہیں جن کے افضل الایام ہونے کی شہادت رسول پاک ﷺ نے دی ہے اور ان میں نیک عمل کی بڑی تاکید فرمائی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک مقام پر ان ایام کی قسم بھی کھائی اور اللہ تعالیٰ کا ان ایام کی قسم کھانا ہی ان کی عظمت اور فضیلت کے لئے کافی ہے، کیونکہ عظیم ذات باری تعالیٰ کی قسم کسی عظمت والی شئی کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اللہ کے بندوں کو بھی چاہئے کہ ان ایام میں صالح اعمال کے لئے خوب محنت کریں اور ان کی آمد اور استقبال کو اپنے لئے باعث شرف اور نیکی سمجھیں۔ اس مضمون میں انہی ایام عشرۂ ذی الحجہ کی حقیقت اور ان میں سنت اور مستحب اعمال کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان ایام کا اہتمام کرنے اور ان سے خوب تر شکل میں مستفید ہونے اور اپنی رضا اور خوشی کے مطابق عبادت اور عمل کی توفیق سے نوازے۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

(۱) اللہ تعالیٰ کا ان ایام کی قسم کھانا:

اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو ہمیں اس کی عظمت اور اہمیت کا علم ہوتا ہے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا عظیم ہے اور وہ نہایت عظمت والی چیزوں ہی کی قسم کھایا کرتا ہے، چنانچہ اس نے عشرۂ ذوالحجہ کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: **وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ** (الفجر:۱-۲) قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔ اسلاف واخلاف جمہور مفسرین کے نزدیک دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں اور علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی رائے کو صحیح کہا ہے۔

(۲) دنیا کے تمام ایام میں یہ ایام افضل ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**أفضل أيام الدنيا ايام العشر يعنى عشر ذى الحجة قيل: ولا مثلهن فى سبيل الله؟ قال ولا مثلهن فى سبيل الله الا رجل عفر وجهه فى التراب**" دنیا کے سارے ایام کے مقابلے میں دس ایام (یعنی عشرۂ ذوالحجہ) سب سے زیادہ افضل ہیں؟ آپ سے استفسار کیا گیا کہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان کے برابر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی ان جیسا نہیں سوائے اس جہاد کے جس میں انسان شہید ہوجائے۔ (اس حدیث کو بزار اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مامن أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله من هذه الايام يعنى ايام العشر قالوا: يا رسول الله! ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد فى سبيل الله الا**

رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشيء"۔ (رواہ البخاری) عمل صالح کیلئے یہ ایام اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں (یعنی ماہِ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن) صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی اتنا پسند نہیں؟ فرمایا: ہاں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی سوائے اس کے کہ انسان اپنی جان و مال کے ساتھ نکلا اور واپس نہ لوٹا (یعنی شہید ہو گیا)۔

(۳) انہی ایام میں یوم عرفہ ہے: اور یوم عرفہ ہی حج کا اصل دن ہے یعنی گناہوں سے مغفرت اور جہنم سے نجات حاصل کرنے کا دن، اگر ایام عشرۂ ذوالحجہ میں سے کسی دن کو کوئی فضیلت نہ ہوتی تو صرف یوم عرفہ ہی ان سارے ایام کی فضیلت کے لئے کافی ہوتا۔

(۴) انہی ایام میں یوم نحر بھی ہے: بعض علماء کے نزدیک یوم نحر (قربانی کا دن) سال کے تمام دنوں سے افضل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "**أعظم الايام عندالله يوم النحر، ويوم القر**" اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باوقار اور عظمت والا دن یوم نحر (یعنی دسویں ذی الحجہ کا دن) ہے، پھر اس کے بعد گیارہویں ذی الحجہ ہے (یعنی منیٰ میں ٹھہرنے کا دن)۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے)۔

(۵) ان ایام میں متعدد اہم ترین عبادتوں کا جمع ہونا:

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ "عشرۂ ذوالحجہ کی امتیازی فضیلت کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری اہم ترین عبادتیں اس عشرہ میں جمع ہیں، جیسے نماز روزہ، صدقہ، حج وغیرہ۔ اور اس کے علاوہ دیگر مناسبتوں میں یہ ساری عبادتیں اس طرح جمع نہیں ہوتی ہیں۔

عشرۂ ذوالحجہ کے مستحب اعمال

مسلمانو! آپ بخوبی سمجھ گئے کہ عام ایام کی بہ نسبت عشرۂ ذوالحجہ میں عمل کی کتنی بڑی فضیلت ہے اور اللہ کا عطا کیا ہوا یہ کتنا اچھا اور سنہرا موقع ہے، اس وضاحت کے بعد آپ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ عشرۂ ذوالحجہ کا خصوصی اہتمام کریں، یہ حسین فرصتیں اور سازگار مواقع بار بار نہیں آیا کرتے ہیں، اس لئے ان ایام میں عبادت کی خوب کوشش کیجئے، ہمارے اسلاف ان مواقع کو بالکل نہ گنواتے اور عمل و اطاعت کے ساتھ اپنی بے انتہا دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ابوعثمان النہدیؒ کہتے ہیں: اسلاف کرام تین عشروں کی بڑی قدر کیا کرتے تھے، رمضان کا آخری عشرہ، ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور محرم کا پہلا عشرہ۔

ان ایام میں جو جو اعمال مستحب ہیں اور جن کا تمام مسلمانوں کو خصوصی اہتمام کرنا چاہئے وہ یہ ہیں:

(۱) مناسک حج اور عمرہ کی ادائیگی: حج اور عمرہ کے مناسک ادا کرنا عشرۂ ذوالحجہ میں کئے جانے والے اعمال میں سب سے افضل عمل ہے، اللہ نے جسے مسنون طریقے پر حج بیت اللہ یا ادائے عمرہ کی توفیق دی اس کا بدلہ جنت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "**العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة**" (متفق علیہ) ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ اپنے بیچ کے (گناہوں) کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ سوائے جنت کے کچھ نہیں۔ اور حج مبرور وہ حج ہے جو طریقہ نبوی کے مطابق کیا جائے اور جو تمام قسم کے گناہوں جیسے ریا، جماع اور فسق و فجور والی باتوں سے بالکل پاک ہو اور سراپا نیک اعمال و کردار سے معمور ہو۔

(۲) روزہ رکھنا: روزہ بھی عمل صالح کی جنس سے ہے بلکہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور محبوب عمل ہے۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مامن

عبد یصوم یوما فی سبیل اللہ الا باعد اللہ بذلک الیوم وجھہ عن النار سبعین خریفا" (متفق علیہ)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے اور جہنم کے درمیان ستر سال کا فاصلہ پیدا فرما دیتے ہیں۔

ایام عشرۂ ذوالحجہ میں سے یوم عرفہ کے روزے کو آپ ﷺ نے خصوصی اہمیت دی ہے اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "صوم یوم عرفۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والتی بعدہ"۔ (رواہ مسلم) یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کے لئے کفارہ بن جائے گا۔

اسی بنیاد پر نویں ذی الحجہ (یعنی یوم عرفہ) کا روزہ رکھنا مسلمانوں کے لئے سنت ہوگا کیونکہ ان ایام میں اللہ کے نبی ﷺ نے عمل کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور علامہ نووی نے تو ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنے کو مستحب قرار دیتے ہوئے کہا ہے: "ان دنوں کا روزہ رکھنا نہایت درجہ مستحب ہے"۔

(۳) نماز پڑھنا: نماز سب سے زیادہ عظمت اور فضیلت والا عمل ہے، اس لئے اسے وقت کی پابندی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا تمام مسلمانوں کے لئے واجب ہے، نیز ان ایام میں کثرت سے نوافل پڑھنا اور ان کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ نوافل اللہ سے قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ومایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ" (رواہ البخاری) میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے حتی کہ میں اسے چاہنے لگتا ہوں۔

(۴) اللہ کا ذکر کرنا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "مامن ایام اعظم عنداللہ ولا احب الیہ العمل فیھن من ھذہ الایام العشر فاکثروا فیھن من التھلیل والتکبیر والتحمید" (رواہ احمد) اللہ کے نزدیک نہایت عظمت والے اور محبوب دن ایام عشرۂ ذی الحجہ کے مقابلے میں کوئی دن نہیں ہیں، اس لئے ان ایام میں "لا الہ الا اللہ اکبر اور الحمد للہ" جیسے اذکار کثرت سے کیا کرو۔

امام بخاری فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ ماہِ ذی الحجہ کے ان دنوں میں بازار نکل جاتے اور تکبیر کہتے رہتے اور دوسرے لوگ بھی ان کی تکبیر سن کر تکبیریں کہتے۔

ان ایام میں جہری تکبیریں کہنا اور آواز زیادہ سے زیادہ بلند کرنا مستحب ہے، یہ تکبیر اجتماعی طور پر نہ کہی جائے، اس لئے کہ یہ نہ تو اللہ کے نبی ﷺ سے منقول ہے اور نہ سلف صالحین کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر تکبیر کہتا رہے۔

(۵) صدقہ کرنا: صدقہ کرنا بھی ان اعمال صالحہ میں سے ایک ہے جو ان دنوں میں مسلمانوں کے لئے مستحب ہیں، اللہ نے صدقہ کا تاکیدی حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرۃ: ۲۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور نہ شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: "مانقصت صدقۃ من مال" (مسلم) کسی مال کا صدقہ نکالنا اس مال کو گھٹاتا نہیں ہے۔

(۶) قربانی: قربانی کرنا اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، جس پر آپ نے ہر سال عمل

فرمایا اور جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا اس کے بارے میں فرمایا: ''من و جد سعۃ لان یضحی فلم یضح فلایحضر مصلانا'' کہ جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

مسئلہ نمبر ۱: جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ وہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے کے بعد حجامت نہ بنوائے اور ناخن وغیرہ نہ تراشے، حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من رای ھلال ذی الحجۃ و ارادان یضحی فلایا خذ من شعرہ ولا من اظفارہ'' (مسلم) یعنی جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد حجامت نہ بنوائے اور نہ ہی اپنے ناخن تراشے۔

مسئلہ نمبر ۲: قربانی کے جانور: گائے۔ اونٹ۔ بھیڑ، بکری، ان جانوروں کا عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے، لنگڑا پن، بھینگا پن، کبرسنی، بیماری۔ ان میں سے کوئی عیب جانوروں میں نہیں ہونا چاہئے اسی طرح نہ کان کٹا ہو اور نہ ہی سینگ ٹوٹا ہو۔

مسئلہ نمبر ۳: جانور کی عمر: قربانی کا جانور موٹا تازہ ہونے کے ساتھ دو دانتا ہونا ضروری ہے، صرف دنبے یا چھترے میں گنجائش ہے کہ اگر دو دانتا نہ مل سکے تو ایک سال کا بھی کفایت کر جائے گا نیز جانور کا خصی ہونا عیب نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: قربانی کا وقت: قربانی کا وقت عیدالاضحی کی نماز کے بعد ہے، بہتر ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرے اگر وہ خود نہیں کر سکتا تو کوئی دوسرا بھی ذبح کر سکتا ہے، اسی طرح عورت بھی ذبح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے چاقو یا چھری کو اچھی طرح تیز کرے، جانور کو بائیں کروٹ لٹا کر دائیں ہاتھ سے ''بسم اللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کریں، اونٹ کو نحر کیا جائے گا، ایک دنبہ یا چھترا یا بکرا ایک گھر والوں کی طرف سے کافی ہے، لیکن گائے یا اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۵: قربانی کے ایام: قربانی کے چار ایام ہیں، عید کا دن اور تین دن اس کے بعد ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ ان دنوں میں تکبیرات ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر، وللہ الحمد'' پڑھتے رہنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۶: قربانی کا گوشت: ارشاد باری ہے: فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج: ۳۶) یعنی اس سے خود بھی کھاؤ اور سوال نہ کرنے والوں اور سوال کرنے والے مساکین کو بھی کھلاؤ۔ اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے علماء کرام قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک حصہ اپنے لئے، دوسرا رشتہ داروں اور ملاقاتیوں کے لئے، اور تیسرا فقراء و مساکین کے لئے۔ یاد رہے کہ اپنے حصے کا گوشت ذخیرہ کرنا درست ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ثلث اپنے پاس رکھو اور باقی صدقہ کر دو۔

مسئلہ نمبر ۷: نماز عید: گھر سے کچھ کھائے پیئے بغیر تکبیریں پڑھتے ہوئے عید گاہ کی طرف جائیے، عورتیں بھی ہر حال میں عید گاہ تشریف لے جائیں، وہاں امام صاحب دو رکعت نماز پڑھائیں گے، پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں گے، اس کے بعد خطبہ دیں گے بعد ازاں راستہ تبدیل کر کے آئیے اور جانور ذبح کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۸: قربانی کی کھالیں: جس طرح قربانی کا گوشت فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے، اسی طرح قربانی کی کھالیں فروخت کر کے ان کی قیمت اپنے مصرف میں لانا بھی جائز نہیں یا تو انہیں اپنے استعمال میں لایا جائے یا صدقہ کر دیا جائے۔

❁❁❁

تزکیہ

حج کے مقاصد وشواہد

ڈاکٹر صالح آل طالب رحفظہ اللہ (امام وخطیب مسجد حرام مکہ مکرمہ) ● ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

خطبۂ جمعہ بتاریخ: ۱۷/ ۱۲/ ۱۴۳۳ھ

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلامضل له، ومن يضلل فلاهادي له، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده و رسوله، صلى الله و سلم و بارك عليه وعلى آله وأصحابه و التابعين، ومن تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدين۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

سب سے سچی بات اللہ کی کتاب اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین چیزیں نو ایجاد کردہ امور ہیں، اور ہر نو ایجاد امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

یاد رکھو! یقیناً اللہ کی حمد وثنا اور نبی رحمت ﷺ پر صلاۃ و سلام کے بعد سب سے بہترین وصیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ [الاحزاب: ۷۰، ۷۱]

ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راست گوئی سے کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے اور تمہارے گناہ بخش دے، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہ بڑی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔

اللہ کے تابع فرمان ہو جاؤ، روز قیامت کی تیاری کرو، خفیہ و علانیہ ہر حالت میں اللہ کے لئے اخلاص اپناؤ، کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو کپڑے تو بہت زیب تن کرتے ہیں لیکن ثواب سے محروم ہوتے ہیں، دنیا میں تو ان کا چرچا ہوتا ہے لیکن آخرت میں گمنام ہوتے ہیں۔

اے ان سنگلاخ وادیوں کے حجاج کرام! اے تمام اطراف و جوانب سے آنے والو! یہاں چشمہ ہے آسودہ ہو لو، یہاں جام ہے نوش جان کر لو، اللہ نے تمہیں اسلام کے عظیم دین اور مسلمانوں کے عظیم موقف سے ہمکنار ہونے کی توفیق بخشی ہے، لہٰذا آپ نے اپنا حج مکمل کر لیا، اور اپنی عبادت سے فارغ ہو گئے، ان وادیوں میں تم سے پہلے آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور بکثرت انبیاء کرام تشریف لا چکے ہیں، اور نبی کریم محمد ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور دیگر عظیم صحابۂ کرام نیز ائمہ مذاہب اور صالح مسلمان تشریف لا چکے ہیں۔ اور اب ان کے بعد ان سرزمینوں پر تم نے قدم رکھا ہے۔ رب

ایک ہے، مشاعر مقدسہ وہی ہیں، مقصد یکساں ہے، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ حالات دگرگوں اور لوگ پہلے جیسے نہیں ہیں؟

مسلمانو! جب عقیدہ میں تمہارا نسب نامہ بلا انقطاع انبیاء علیہم السلام سے وابستہ ہے تو پھر یہ انحراف وحیرانی چہ معنیٰ دارد؟

اسلام کا سرمایہ قرآن وسنت زندہ جاوید ہیں، توحید کے شواہد عہد ابراہیم علیہ السلام سے قائم ہیں، پھر آمیزش کیوں کر؟

تمہارا دین آسمان سے دنیا میں نازل ہونے والی سب سے عظیم شریعت ہے، پھر ذلت وخواری کیوں؟

تم نے ایک ایسی عبادت مکمل کی ہے جس کا شعار توحید ہے، لہٰذا اسے اپنے رب سے ملاقات (قیامت) تک اپنا شعار بنائے رکھو، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من لقي الله لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة"

رواہ مسلم۔

جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اللہ کی تعظیم بجا لاؤ، اس کے رسول کی تکریم کرو، ان دونوں کی طرف سے جو چیزیں آئی ہیں ان کی تعظیم کرو اور اپنے گلے لگا لو، اللہ کے لئے نیت وعمل خالص کرو، اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ڈگر کی پیروی کرو، اور عبادت کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھو۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ [الحشر:۷]۔ اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

اے مسلمانو!

اے بیت اللہ العتیق کے حاجیو!

یقیناً جو حج وعمرہ کی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے اللہ سے مزید قریب ہو جاتا ہے اور اس کا تقرب حاصل کر لیتا ہے، اور اللہ کے مقرب بندے اللہ کے ساتھ باادب ہونے کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں نیک امیدیں انہیں مزید نیکیوں کی انجام دہی کے لئے مہمیز لگاتی ہیں اور اللہ سے حیا انہیں کسی بھی گناہ میں ملوث ہونے سے مانع ہوتا ہے جبکہ اللہ نے انہیں عزت عطا فرمائی ہے، ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور ان کی عبادت مکمل فرمائی ہے۔

خبردار! اللہ نے تمہیں اپنی رضا کی توفیق بخشی ہے اور تمہارے لئے اپنے نوازشات سے وابستگی آسان کر دی ہے، لہٰذا اس کے حکم پر ثابت قدم رہو۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ [النحل:۹۲]۔

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔

اور تقویٰ کے بعد مسلمان کے لئے سب سے مناسب وصیت وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے سفیان رضی اللہ عنہ کو کی تھی، جب انہوں نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات کہئے جس کے بارے میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں؟ تو آپ نے فرمایا:

"آمنت باللہ ثم استقم" رواہ مسلم۔

کہو! میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور یاد رکھو توحید کے بعد مومن کو جس چیز پر قائم ہونا چاہئے

وہ نماز کی پابندی ہے' جو دین کا ستون اور مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مابہ الامتیاز ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ① الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ② [المؤمنون:۱، ۲]۔

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

اور امام ترمذی، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أنزل علي عشر آيات، من أقامهن دخل الجنة، ثم قرأ: {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ}، حتى ختم عشر آيات" ۔

مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو انہیں قائم کرے گا جنت میں داخل ہوگا، پھر آپ نے {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} سے لے کر مکمل دس آیات کی تلاوت فرمائی۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ① الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ② وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ③ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ④ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ⑤ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ⑦ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ⑧ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ⑨ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ⑩ [المومنون:۱-۱۰]۔

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ چیزوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہی کامیابی اور دخول جنت کے اسباب ہیں: نماز، زکاۃ، لایعنی اقوال و افعال سے اجتناب، شرمگاہوں اور محارم کی حفاظت، فواحش اور بے ہودہ امور سے اجتناب اور عہد وامانت کی پابندی۔

اسلام اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے اور اطاعت کے ذریعہ تابع فرمان ہونے اور شرک ومشرکین سے خلاصی کا نام ہے۔ اور اللہ کی تابعداری کی تعبیر حج بیت اللہ کے احکام سے ہوتی ہے' جیسا کہ مشاعر حج سے اس کا عملی ثبوت ملتا ہے، اور نبی اللہ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آل کی سیرت سے اس کی عملی تطبیق ہوتی ہے؛ جس صالح خانوادہ میں ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کے سامنے اپنی اہلیہ اور شیر خوار بچے کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ کر سر تسلیم خم کر دیا' کیونکہ اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا تھا' اور آپ کی بیوی ہاجرہ نے کہا تھا: "آللہ أمرک بهذا؟" کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! کہا: تب تو اللہ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اور یقیناً اللہ نے انہیں ضائع نہ کیا' زمین میں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا، اس میں برکت عطا فرمائی اور وادی کو انسانوں سے آباد کر دیا' لوگوں کے دل ان کی طرف مائل اور گرویدہ ہو گئے' اللہ نے انہیں پاکیزہ روزی دی اور ان کے شہر کو امن واطمینان کا گہوارا بنا دیا۔

ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا' اسماعیل علیہ السلام بھی اس کے لئے راضی برضا ہو گئے، اللہ نے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ [الصافات: ۱۰۳]۔

جب دونوں مطیع ہو گئے اور ابراہیم نے بیٹے اسماعیل کو پیشانی کے بل گرا دیا۔

یعنی جب دونوں تابع فرمان ہو گئے' لیکن اللہ رحیم نے کرم فرمایا۔

یہ حکم الٰہی پر راضی برضا ہونے والے نیک خاندان کی مثال ہے اور واقعات کی تمام تفصیلات امت لئے درس عبرت ہیں' اور دونوں مواقف میں انجام کار یہ ہوا کہ اللہ اُن کا ہو گیا، ان کا درجہ بلند کیا' ان میں اور ان کے خانوادے میں نبوت کا سلسلہ جاری کر دیا، اور ان کے آثار ونشانات کو قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے حق میں مناسک اور مشاعر عبادت بنا دیا۔

اور حج کے روحانیات میں سے تقویٰ کی تربیت ہے، حج کی آیات کے ضمن میں ارشاد باری ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى [بقرہ: ۱۹۷]۔

اور توشہ حاصل کرو' اور سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

بلاشبہ یہ چند دنوں کی محدود عبادت ہے جس کی تکمیل کے لئے حاجی کوشاں رہتا ہے اور اس میں کمی یا اس کے ضائع ہونے سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اس کی جہنم سے نجات کا طالب ہو کر اس سے قبولیت کی درخواست کرتا ہے' اور یہی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

تقویٰ ایک قلبی شعور کا نام ہے جو مسلمان کو منشائے الٰہی کے مطابق چلنے پر آمادہ کرتا ہے' خوف الٰہی اور ماعند الناس کے بجائے اللہ کی نعمتیں اسے مہمیز لگاتی ہیں، اور جب بندہ مسلم اپنے رب کی رضا جوئی کو اپنا مقصود و مطمح نظر بنا لے تو وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

حج ایک روحانی موسم ہے جو مسلمانوں کے درمیان مقدس عبادت کی حقیقت یعنی اطاعت' ندائے الٰہی کی قبولیت اور اس کی شریعت اور احکام شریعت کی تابعداری کی معرفت پیدا کرتا ہے ۔ اور انسان خواہ اپنی تن آسانی کے لئے کتنے ہی جتن کیوں نہ کر لے حقیقی شعور سے جدا نہیں ہو سکتا' اور وہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے ایک انسان ہے اور اللہ سے اس کی رحمت و مغفرت اور رضا کی بھیک مانگنے والے دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی اللہ کے در کا بھکاری ہے۔ لہٰذا تن آسانی اور آرام دہ حج کی خواہش کرنا' یا جو مشقتوں کے عادی نہیں ہیں ان کا مشقت و دشواری سے کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ ہونا غلط ہے' کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

{وَتَحمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنفُسِ} [النحل: ۷]۔

اور تمہارے بوجھ ایسے شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں' جہاں تم نفسوں کی مشقت کے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے۔

الغرض اعتدال پسندی' اور تن آسانی و کشادگی سے بے پروا ہونا حج کے مقاصد میں سے ہے، اس میں تربیت' عبودیت' تواضع اور اللہ کے سامنے اظہار عجز وانکساری کے وقت مساوات کا پہلو موجود ہے۔

ایسے ہی اس میں مسلمانوں کے لئے اس بات کی بھی تربیت ہے کہ اپنے بھائیوں کے حق میں کوتاہی یا مطلوبہ فرائض وواجبات میں کسی قسم کی کمی کرنے کے بجائے ان کے لئے رحم دل اور

متواضع ہوں اور انانیت وخودسری سے دور ہو کر ان کی مصلحتوں کا خیال کریں۔

اور حج کے مشاہد میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنی حفاظت اور نگرانی میں رکھا ہے اور حجاج بیت اللہ کو امن و اطمینان کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ ان نازک حالات میں جبکہ دنیا ایسے اضطراب اور کشمکش کا شکار ہے جیسے دنیا کے مختلف گوشوں میں جنگ وجدل اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑک گئی ہو، حاسدوں اور ظالموں سے ہم بھی دور نہیں ہیں؛ لیکن یہ اللہ ہی کا احسان ہے کہ اس نے ہم پر کرم کیا ہے اور امن سے نوازا ہے' تحفظ وعافیت میں رکھا ہے' اور ہم پر اپنی تمام تر ظاہری و باطنی نعمتیں نچھاور کی ہیں، نیز اس بلاد حرمین کو سچے اور مخلص حامیان فراہم کر کے ان سے بندوں اور شہروں کی حفاظت کا سامان کیا ہے۔

لہٰذا تمام حمد وشکر کا مستحق وہی ہے' اور وہی عمدہ ثنا خوانی کا سزا وار ہے، سچ فرمایا ہے اللہ رب العالمین نے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ [العنکبوت: ۶۷]۔

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو با امن بنا دیا ہے حالانکہ اس کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

یقیناً یہ ایک ایسی نعمت ہے جس پر اللہ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے اور اس کی حمد وثنا بجالاتے ہوئے ذکر' شکر اور تنبیہ ہونی چاہئے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له شهادة عليها المحيا والممات، وأشهد أن محمداً عبده و رسوله، صلى الله وسلم و بارك عليه، و على آله و صحابته، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اے ایمان والو! استغفار ہی سے بڑے اعمال کا اختتام ہونا چاہئے' نیک بخت ہے وہ شخص جس کے نامۂ اعمال میں بکثرت استغفار ہو' یقیناً عمل صالح ایک پاکیزہ پودا ہے' جس کی آبیاری اور دیکھ ریکھ ہونی چاہئے تا کہ وہ بارآور' پائیدار اور ثمر آور ہو سکے۔

یقیناً نیکی کی قبولیت کی ایک علامت یہ ہے اس کے بعد نیکی کی جائے' کیونکہ اللہ جس سے قبول فرماتا ہے اور جسے قریب کرتا ہے اسے نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

لہٰذا۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ اپنے عمل کی حفاظت کیجئے اور اپنے اپ کو بچایئے' راست باز بنئے اور میانہ روی اختیار کیجئے' خوش رہیئے اور پُر اُمید بنئے' اور یاد رکھئے کہ اخلاص ودرستی پر ہی قبولیت کا دارومدار ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت سے سرفراز کرے' بلند درجات سے نوازے' اور ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جن کے لئے فرشتے دعاء رحمت ومغفرت کرتے ہیں' ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑦ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑧ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑨ [المؤمن: ۷-۹]۔

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تونے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہیشگی والی جنتوں میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں سے ان کو (بھی) جو نیکو کار ہیں، بیشک تو غالب و باحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ، حق تو یہ ہے کہ اس دن تونے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تیرا رحم ہوا اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

یہ چند باتیں تھیں، آیئے اب مخلوق کی سب سے بہتر ہستی، بشریت میں سب سے پاکیزہ اور رسولوں میں سب سے افضل رسول محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں، کیونکہ جو آپ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

اے اللہ درود وسلام نازل فرما اور بڑھوتری اور برکت دے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کے پاکیزہ آل واولاد پر اور آپ کے روشن اور بابرکت صحابہ کرام اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے پیروکاروں پر۔

اے اللہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ وعزت عطا فرما، اے اللہ اسلام کو غلبہ دے اور مسلمانوں کی مدد فرما، اور سرکشوں، ملحدوں اور فسادیوں کو ذلیل وخوار کردے۔ اے اللہ اپنے دین، اپنی کتاب، اپنے نبی کی سنت اور اپنے مومن بندوں کی مدد فرما۔

اے اللہ اس امت کے لئے رشد وبھلائی کے معاملہ کو یقینی اور دائمی بنادے، جس میں تیرے اطاعت گزاروں کو عزت اور تیرے نافرمانوں کو ہدایت ملے، جس میں بھلائی کا حکم دیا جائے اور منکر سے روکا اور منع کیا جائے۔

اے اللہ، اے رب العالمین جو اسلام اور مسلمانوں کا بدخواہ ہو اُسے اپنے آپ میں مشغول کردے، اس کے مکروفریب کو خود اسے کے گلے کی ہڈی بنادے، اور اس پر دائمی شر وعذاب مسلط فرمادے۔

اے اللہ، اے رب العالمین اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مدد فرما، اے اللہ فلسطین، شام اور تمام جگہوں پر اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مدد فرما۔

اے اللہ انہیں قید و بند سے آزاد کردے، ان کے حالات سنوار دے اور ان کے دشمن کو ذلیل ومجبور کردے۔

اے اللہ مسجد اقصیٰ کو ظالموں کے ظلم اور غاصبوں کی سرکشی سے آزاد فرما۔

اے اللہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرما، اے اللہ سوریا، فلسطین اور تمام ملکوں میں مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرما، اے اللہ انہیں حق وہدایت پر متحد کردے، اے اللہ ان کے خون کی حفاظت فرما، ان کے خوف کو امن میں بدل دے، ان کی ضرورت پوری فرما، ان کے بھوکوں کو آسودگی عطا فرما، ان کے عزت وناموس کی حفاظت فرما، ان کے دلوں کو جوڑ دے، انہیں ثابت قدمی عطا فرما، ان پر ظلم کرنے والوں کے خلاف ان کی مدد فرما۔ اے اللہ، اے زندہ، تھامنے والے، اے جلال وعزت والے ان کے قید وبند کو کھول دے۔

اے اللہ ہمارے ولی امر (حاکم وقت) خادم حرمین شریفین کو اپنے محبوبات ومرضیات کی توفیق عطا فرما، انہیں نیکی اور تقویٰ کے کاموں کے لئے منتخب کرلے، اے اللہ انہیں، ان کے نائب اور ان کے برادران ومعاونین کو ان چیزوں کی توفیق عطا فرما جس

میں بندوں اور ملکوں کی خیر و بھلائی مضمر ہو۔

اے اللہ انہیں حجاج کرام، حرمین شریفین اور ان کے قاصدین وزائرین کی خدمت پر خوب خوب نیکیاں اور بھلائیاں عطا فرما۔

اے اللہ حجاج کرام کے خدمت گاروں کو نیک بدلہ عطا فرما، اے اللہ حجاج کرام کے خدمت گاروں کو نیک بدلہ عطا فرما، اور اپنے مہمانوں کی دیکھ ریکھ کرنے والوں کو جزائے خیر دے، اے اللہ ان کے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے بوجھل کر دے، اور ان کے اعمال اور ان کی زندگیوں میں برکت عطا فرما۔

اے اللہ مسلمانوں کے ذمہ داروں کو اپنی شریعت کو فیصل بنانے اور اپنے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور انہیں اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت بنادے۔

اے اللہ ہمارے ملک میں اور تمام مسلمانوں کے ممالک میں خیر و بھلائی پھیلا دے، شر پسندوں کے شر، یہودوں کے مکر و فریب اور شب و روز ہونے والی برائیوں کے مقابل ہمارے لئے کافی ہو جا۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ [البقرۃ: ۲۰۱]۔

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی عطا فرما اور آخرت میں نیکی عطا فرما، اور ہمیں عذاب جہنم سے بچا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ [آل عمران: ۱۴۷] اے ہمارے رب ہمارے گناہوں اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی کو بخش دے، اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما، اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے عیوب پر پردہ ڈال لے ہمارے مسائل آسان کر دے، ہماری امیدوں کو اپنی مرضی تک پہنچا، اے رب ہماری، ہمارے والدین، اُن کے والدین اور ان کے خاندانوں کو اور ہماری بیویوں اور ہمارے خاندانوں کو بخش دے، بیشک تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رضا اور جنت کا سوال کرتے ہیں اور تجھ سے تیری ناراضگی اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ تو ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو ہی مالدار ہے، ہم فقیر ہیں، ہم پر بارش نازل فرما اور ہمیں ناامید نہ کر، اے اللہ بارش برسا، اے اللہ بارش برسا، اے اللہ بارش برسا، ایسی بارش جو خوش گوار، سیراب کن، زمین کو بھر دینے والی، پودوں سے ڈھانک دینے والی، عام اور نفع بخش ہو، نقصان دہ نہ ہو، جس سے تو زمینوں کو زندگی دے، بندوں کو سیرابی دے، اور تو اسے ہر شہر و دیہات تک پہنچا دے۔

اے اللہ ہم پر رحمت کی برکھا کر، اے اللہ ہم پر رحمت کی برکھا کر، اے اللہ ہم پر رحمت کی برکھا کر، عذاب، مصیبت، انہدام وغرق کی برکھا نہ کر، اے اللہ ہمیں سیراب کر، اے زندہ تھامنے والے، اے جلال و عظمت والے۔

اے اللہ حج وعمرہ کرنے والوں کی حفاظت فرما، انہیں صحیح سالم نیکیاں بٹور کر اپنے گھروں کو واپس لوٹا، ہماری، ان کی اور تمام مسلمانوں کی نیکیاں قبول فرما۔

اے رب ہماری نیکیاں قبول فرما، بیشک تو ہی سننے جاننے والا ہے، اور ہماری توبہ قبول فرما، بیشک تو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تیرے رب کی ذات جو عزت کا رب ہے ان کے مشرکانہ اوصاف سے منزہ اور پاک ہے، سلامتی ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ رب دو جہاں کے لئے ہیں۔

ثبات وعزیمت

[۳]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

تحریر: فضیلۃ الشیخ مند بن محسن القحطانی حفظہ اللہ ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

استقامت کے فضائل

ان فضائل کے آغاز سے پہلے۔جنہیں میں نے محض جمع و ترتیب کے ذریعہ ایک تالیف کی شکل دی ہے‘ اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ اس کے ذریعہ نفع پہنچائے‘ اور اس سے توفیق ودرستی کا خواستگار ہوں۔ میں یہ بتلا دینا مناسب سمجھتا ہوں ہوں کہ جس استقامت کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل ایمان کے مراتب و درجات میں سے ایک درجہ ہے‘ اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے‘ اور استقامت اللہ کا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے‘ اور ساتھ ہی دنیا و آخرت میں اس کے بے شمار فضائل بھی ہیں۔ اور یہ اللہ کی رحمت اور اس کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے جب بھی کسی چیز کا حکم دیا‘ یا کوئی چیز واجب کی‘ اس پر دنیا وآخرت میں اجر وثواب اور فضیلت کا بھی وعدہ فرمایا‘ اور اس لئے بھی کہ اللہ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ انسان فوری نعمت (دنیا) کا خواہاں ہے‘ نیز اس لئے بھی کہ یہ چیز ثابت قدمی اور اطمینان کا باعث ہے۔

۱۔ اہل استقامت پر خوف وملال نہ ہوگا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

[الاحقاف: ۱۳، ۱۴] ۔ بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے، ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ ہے جو وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا‘ اہل استقامت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بڑا پیارا وعدہ اور ایک عظیم بشارت ہے:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ (یونس: ۶۲)

ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔

چنانچہ اللہ کے دین پر ثابت قدم رہنے والا دنیا کے حوادث اور آخرت کی ہولناکیوں سے سب سے زیادہ امن وامان اور اطمینان وسکون میں ہوگا۔

دنیا میں لوگ ڈرتے‘ گھبراتے اور پس وپیش میں ہوتے ہیں‘ لیکن وہ اللہ کے دین پر استقامت کے باعث امن وسکون میں ہوتا ہے۔ اللہ کی محبت وعظمت‘ اس سے حسن ظن‘ اس پر توکل‘ اس کے وعدہ پر اعتماد اور دار آخرت سے تعلق اور نیکوکاروں کے لئے تیار کردہ اس کی نعمتوں سے اس کا دل لبریز ہوتا ہے‘ لہٰذا جو چیزیں لوگوں کو خوف میں مبتلا کرتی ہیں وہ ان سے امن وسکون میں ہوتا ہے‘ جیسے مرض‘ فقر ومحتاجگی‘ دشمن‘ حزن وملال یا اس دنیا کی کوئی بھی پریشانی۔

اسی طرح آخرت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے خوف سے مامون رکھے گا‘ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گا‘ اور روز قیامت کی

ہولناکیاں جولوگوں کے لئے خوف کا باعث ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں اس کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور امن وامان کا سبب بنادے گا، جیسا کہ ارشاد ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۳ [الانبیاء: ۱۰۳] وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کرسکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا تھا۔

اور یہ اس اللہ کا وعدہ ہے جو وعدہ کی قطعی خلاف ورزی نہیں کرتا، اور اپنے ایمان پر ہر صاحب استقامت کے لئے اللہ رحمن و رحیم کا احسان عظیم اور خیر بے پایاں ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

۲۔ اہل استقامت جنتی ہیں:

اہل استقامت کی ایک فضلیت وہ بھی ہے جو سابقہ میں مذکور ہے، ارشاد ہے: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ [الاحقاف: ۱۴] یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے، ان اعمال وکرتوت کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔

یہ اہل استقامت کے لئے اللہ کا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا، جنہوں نے کہا {رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا} (ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے) اور جنتی ہوگئے۔

اور ارشاد باری ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۳ [مریم: ۶۳] یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ۙ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ [المؤمنون: ۱-۱۱]

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ چیزوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

چنانچہ جو مومنین ان اوصاف سے متصف ہوں وہی اہل استقامت ہیں۔

امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بندے میں جتنی زیادہ استقامت ہوگی جنت میں اس کا داخلہ اتنا ہی آسان ہوگا''۔ [شرح کتاب التوحید، ص ۱۳۱]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''إن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً كما بدأ، فطوبى للغرباء''۔ [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے]

بے شک اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لئے۔

اور امام احمد اور اہل سنن کی روایت کردہ اس حدیث کی بعض روایات میں آیا ہے: "قيل: يا رسول الله، من هم الغرباء؟؟ قال: "الذين يصلحون إذا فسد الناس"۔ دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! "غرباء" اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔

اور ایک روایت میں ہے:

"الذين يصلحون ما أفسد الناس من سنتي"۔ لوگوں نے جو میری سنت کو بگاڑ دیا ہے اس کی اصلاح کرنے والے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے: "هم النزاع من القبائل"۔ اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

اور ایک تیسری روایت میں ہے:

"هم أناس صالحون قليل في أناس سوء كثير"۔ بہت سارے بُرے لوگوں میں تھوڑے صالح اور نیک لوگ۔

امام عبدالعزیز بن باز -اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کا درجہ بلند فرمائے- فرماتے ہیں: "مقصود یہ ہے کہ 'غرباء' یعنی اجنبی لوگ ہی اہل استقامت ہیں' اور جنت اجنبیوں ہی کے لئے ہے جو لوگوں کے بگاڑ کے وقت ان کی اصلاح کرتے ہیں' جب حالات بدل جاتے ہیں' معاملات گڈ مڈ ہو جاتے ہیں اور نیک کاروں کی کمی ہو جاتی ہے تو وہ حق پر ثابت قدم رہتے ہیں' اللہ کے دین پر مضبوطی سے قائم ہوتے ہیں' اللہ کی توحید اور اس کی عبادت میں اخلاص کو حرز جاں بنائے رہتے ہیں' نیز صلاۃ' زکاۃ' صیام' حج اور تمام دینی امور پر پختگی سے جمے رہتے ہیں' یہی لوگ حقیقت میں غرباء ہیں" (فتاویٰ نور علی الدرب-۱/ ۱۴)۔

لہٰذا استقامت جنت رسائی کا سب سے عظیم وسیلہ ہے' کیونکہ اہل استقامت اپنے دین وایمان پر قائم رہتے ہیں' اور توحید کے تحقق' اطاعت الٰہی کے پختہ التزام، اور اوامر ونواہی کی پابندی نیز استقامت کے معنیٰ میں ذکر کردہ دیگر عظیم ووسیع مفہوم' پر ثابت قدم رہ کر اپنے دین پر جمے رہتے ہیں۔

۳- اہل استقامت کے لئے دنیا وآخرت میں بشارت ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ [فصلت: ۳۰، ۳۱]

واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی غم اور اندیشہ نہ کرو اور اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لئے جنت میں موجود ہے۔

اور اس مبارک سیاق کی اگلی تمام آیتیں۔۔۔۔

تو یہ اللہ جل وعلا کا وعدہ ہے' جو اللہ کی طرف سے خوشخبری' عزت افزائی، نگہداشت، دوستی اور سفارش ہے، اللہ اکبر یہ کتنے عظیم فضائل ہیں!

کس کے لئے؟؟ ﴿الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ان کے لئے جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسی پر جمے رہے۔

اور انہیں کیا بدلہ ملے گا؟

{تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ} ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ {أَلَّا تَخَافُوا} آگے آنے والی چیزوں سے نہ ڈرو۔

{وَلَا تَحْزَنُوا} گزری ہوئی باتوں کا غم نہ کرو۔{وَأَبْشِرُوا} اور رب سبحانہ وتعالیٰ کی وعدہ کردہ نعمتوں سے خوش ہوجاؤ۔

اور فرشتے ان کے پاس آئیں گے' جانکنی کے وقت، قبروں سے بعث ونشر کے وقت، حساب کے وقت، اور ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے جب تک کہ جنت میں داخل نہ کروادیں' جیسا کہ اہل تفسیر نے کہا ہے۔

اور ''حسن عمل کا حسین انجام'' انہوں نے استقامت اپنایا' اللہ کے دین پر جمے رہے' اور دنیا میں اللہ کے اوامر کی حفاظت کی تو اللہ نے آخرت میں ان کی حفاظت کی اور ثابت قدم رکھا۔

اور دنیا میں فرشتوں نے انہیں اطاعت گذاری' استقامت اور کثرت عبادت سے جانا تو ان کی حفاظت کی' جانکنی اور قبروں سے بعث ونشر کے وقت ان سے محبت ودوستی کی' اور ایسے ہی وہ ان کے ساتھ ان کی قبروں میں' اور صور پھونکنے کے وقت ان کی وحشت دور کریں گے، بعث ونشر (قیامت) کے روز انہیں امن و امان میں رکھیں گے' اور انہیں پل صراط پار کرواکر نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کروائیں گے۔

تو اہل استقامت کو ایسے نازک اور سنگین مواقع پر ثابت قدمی کی یہ بشارت مبارک ہو' جن مواقع پر وہی ثابت قدم رہ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے ثابت قدم رکھے' جیسا کہ ارشاد باری ہے یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ [ابراہیم: ۲۷] ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

نیز ارشاد باری ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [یونس: ۶۲-۶۴] یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اپناتے ہیں۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہ بڑی کامیابی ہے۔

دنیا کی بشارت وہی ہے جسے اہل استقامت لوگوں میں اپنی مقبولیت' ہر خیر کی توفیق اور ہر طرح کے شر سے نجات وغیرہ کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

اور آخرت میں بشارت کی سب سے پہلی چیز جانکنی کے وقت ہے' جیسا کہ گزرا، اور اسی طرح قبر اور بعث ونشر کے وقت کی بشارتیں ہیں۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ [الانبیاء: ۱۰۳]۔ وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کرسکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا تھا۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [الحدید: ۱۲]

قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(جاری)

ماضی کے جھروکوں سے

حیاتِ ابراہیمی کے چند تابندہ نقوش

● ندیم یونس ڈھانگو (محمدی)

دورِ ماضی پر نظر ڈالئے جب اس روئے زمین پر جہالت و بت پرستی عام ہو چکی تھی، ہر طرف کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، خالق حقیقی کو بھلا دیا گیا تھا، پوری دنیا تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آج سے تقریباً چار ہزار برس پہلے ایک شخص کو پیدا کیا جس کو ایک طرف معمارِ حرم کا شرف حاصل ہوا تو دوسری طرف خلیل اللہ کا لقب ملا جسے دنیا ابراہیم علیہ السلام کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ماحول اور قوم میں آنکھیں کھولیں وہ قوم اگرچہ اس زمانہ کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی لیکن صنعت و حرفت میں ترقی کر لینے کے باوجود ان کو اتنی ذرا سی بات نہیں سوجھتی تھی کہ مخلوق کبھی معبود نہیں ہوسکتا، ان کے یہاں ستاروں اور بتوں کی پرستش ہوتی تھی، نجوم اور رفال گیری وغیرہ کا خوب چرچہ تھا۔ لطف یہ ہے کہ جس گھرانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھیں کھولی تھیں وہ خود بچاریوں کا گھرانہ تھا، ان کے باپ، دادا اپنی قوم کے پنڈت اور برہمن تھے، ظاہر ہے ایسے گھرانے میں وہی تربیت ان کو مل سکتی تھی جو ایک پنڈت زادے کو ملا کرتی ہے، اور یہی باتیں بچپن سے کانوں میں پڑتی تھیں اور وہی نذر و نیاز اور چڑھاوے ان کے لئے بھی حاضر تھا جس سے ان کا خاندان مالا مال ہو رہا تھا مگر ابراہیم علیہ السلام کوئی معمولی آدمی نہیں تھے اللہ کو آپ کے سر پر تاج نبوت رکھنا تھا اسی لئے ہوش سنبھالنے کے ساتھ معبودانِ باطلہ سے منہ موڑ کر معبود حقیقی کی معرفت میں لگ جاتے ہیں، تلاش حق میں کائنات ارض پر نظر ڈالتے ہیں، یکایک نگاہ شب تاریک میں آسمان میں چمکتے ہوئے ستاروں پر پڑتی ہے تو پکار اٹھتے ہیں "ھذا ربی" یہ میرا رب ہے لیکن جب صبح کو ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ستارہ میرا معبود نہیں ہوسکتا کیونکہ جو ہستی اپنے طلوع و غروب پر قادر نہ ہو وہ پروردہ تو ہوسکتی ہے لیکن پروردگار نہیں ہوسکتی جس کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (انعام:۷۶) پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھاگئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے مگر جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

پھر جب چاند چمکتا ہوا نظر آیا تو کہا یہ میرا رب ہے اور وہ غروب ہوگیا تو کہا اے میرے رب اگر تو نے میری ہدایت نہ کی تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا جس کو اللہ نے یوں بیان کیا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (انعام:۷۷) پھر جب چاند کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

اور پھر جب صبح کے وقت سورج کو اپنی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ تو سب سے بڑا ہے، بس یہی میرا پروردگار ہے، جس کو قرآن نے یوں ذکر کیا: فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ

اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (انعام:۷۸) پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

لیکن جب سورج بھی شام کے وقت ڈوب گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا نہیں ان میں سے کوئی میرا رب نہیں ہے کیونکہ ان میں سے تمام کسی نہ کسی کے محتاج ہیں اور یہ بادشاہ جو ہم ہی جیسا انسان ہے آخر یہ رب کیسے ہوسکتا ہے؟ اور یہ بت جس کو انسان اپنے ہاتھ سے بناتا ہے جو اپنا دفاع آپ نہیں کر سکتے تو دوسروں کو کیسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ ان کے پاس کیا ہے کہ انسان ان کے آگے اپنا سر جھکائے، ان سے اپنی حاجتیں مانگے، ان کی طاقت سے خوف کھائے اور ان کی خدمت گاری و فرمانبرداری کرے، میرا رب تو وہی ہوسکتا ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے جس کے سب محتاج ہیں اور جس کے اختیار میں سب کی موت وحیات اور نفع ونقصان ہے، یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قطعی فیصلہ کرلیا کہ جن معبودوں کو میری قوم پوجتی و پرستش کرتی ہے میں ہرگز ان کی پرستش نہیں کروں گا پھر انہوں نے علی الاعلان لوگوں سے کہا (اے میری قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں)۔ پھر کیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے، باپ دشمنی پر اتر آیا، قوم میں سے کوئی پناہ دینے کے لئے تیار نہیں، باپ کو ابراہیم علیہ السلام نے کہا یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (مریم:۴۲) کہ اے میرے باپ آپ کیوں ایسی چیز کی پوجا کرتے ہیں جو نہ آپ کی باتوں کو سن سکتے اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں اور نہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں۔ باپ نے بیٹے کی بات سن کر کہا: اے ابراہیم تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے یاد رکھ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا، اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو جان سلامت لے کر مجھ سے الگ ہوجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو دعا دیتے ہوئے ان سے الگ ہوجاتے ہیں، قوم کی دھمکیوں کے جواب میں ان کے بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر ثابت کردیتے ہیں کہ اے میری قوم کے لوگو! تمہارے معبود دیکھو کس قدر بے بس ہیں جب اپنا دفاع آپ نہیں کر سکتے تو تمہیں نفع ونقصان کیا پہنچا سکتے ہیں، بادشاہ کے دربار میں جب مقدمہ پیش کیا جاتا ہے تو بادشاہ کے بھرے دربار میں صاف کہہ دیتے ہیں کہ تو میرا رب نہیں ہے۔ سن لے کہ میرا رب تو وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکال کر مغرب میں ڈبوتا ہے تو ذرا اس کو مشرق سے نکال دے فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرہ:۲۵۸) (اب تو وہ کافر ہکا بکا رہ گیا)۔

آخر شاہی دربار سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس کو زندہ جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو پھر وہ آگ جلائی گئی کہ جیسی آگ دنیا نے کبھی دیکھی ہی نہیں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پر بھروسہ تھا کہ بچانے والی ذات اللہ کی ہے، اللہ نے آگ کو حکم دیا: يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ (انبیاء:۶۹) اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی اور اکرام کی چیز بن جا۔ گو انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔

اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک سے نکل کر شام، فلسطین، مصر اور عرب کے ملکوں میں پھرتے رہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس مسافرت کی زندگی میں ان پر کیا گذری ہوگی، مال وزر کچھ ساتھ لے کر نہ نکلے تھے اور باہر نکل کر اپنی روزی روٹی کمانے کی فکر نہیں تھی، بلکہ فکر تھی تو یہ تھی کہ لوگوں کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف لگایا جائے ایسے آدمی کو جب اس کے باپ نے، اس کے خاندان والوں نے، اس کی قوم نے برداشت نہیں کیا تو اور کون برداشت کرسکتا تھا؟ نتیجۃً ہر جگہ پریشانیوں کا، مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، کبھی کنعان کی بستیوں میں، کبھی مصر اور کبھی عرب کے ریگستان میں، اسی طرح ساری جوانی بیت گئی اور کالے بال سفید

ہو گئے جب ۹۰ برس پورے ہونے میں صرف چار پانچ سال باقی تھے، اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی، اللہ نے اولاد دی، مگر ان ساری آزمائشوں کے باوجود ایک اور آخری آزمائش باقی رہ گئی تھی، وہ کیا تھی؟ اتنی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد جب اللہ نے اولاد دی، خواب میں دکھایا گیا کہ اپنی سب سے محبوب چیز اپنے فرزند، نور نظر، لخت جگر اور ضعیفی کا سہارا بننے والے فرزند حضرت اسماعیل کی قربانی کرو۔

اللہ اکبر! وہ بھی کھلم کھلا نہیں، علی الاعلان نہیں، سامنے آکر برملا نہیں بلکہ خواب کے ذریعے سب سے محبوب چیز کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، اب تکمیل حکم کے لئے بیٹے کو خواب سنایا تو بیٹا دیکھئے کس قدر اطاعت گزار اور فرمانبردار تھا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (الصافات: ۱۰۲) میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتاؤ کہ تیری کیا رائے ہے؟) کے ذریعے سوال کیا تو عظیم باپ کا فرزند، بڑھاپے کا سہارا بننے والا بیٹا، عنفوان شباب میں قدم رکھنے والا سعادت مند لخت جگر، جواب دیتا ہے۔ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (الصافات: ۱۰۲) اے ابا جان! جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

محترم قارئین! قربان جائیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کمال اطاعت شعاری پر کہ باپ کے ایک اشارہ پر اپنی قیمتی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

غور کیجئے! کیا اس سے بڑھ کر کوئی اطاعت و فرمانبرداری کی مثال مل سکتی ہے، پھر زمین و آسمان نے وہ منظر دیکھا کہ ایک بوڑھا باپ، اپنے ضعیفی میں سہارا بننے والے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹایا اور اپنے ہاتھ سے اپنے بچے کی گردن پر چھری چلانے لگے اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے فرمایا: قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات: ۱۰۵) یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزاء دیتے ہیں) اے ابراہیم بس ہمیں تمہارے بچے کی قربانی مقصود نہیں ہمیں تو تمہیں آزمانا تھا پھر اللہ نے اس قربانی کو آنے والے لوگوں تک باقی رکھا فرمایا: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (الصافات: ۱۰۸) اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔

مسلمانو! غور کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑھاپے میں اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے پر تیار کیوں ہوئے؟ بیٹے کی کیا خطا تھی؟ کس جرم کا اس نے ارتکاب کیا تھا؟ کچھ نہیں، پھر کیا وجہ تھی؟ یہ صرف اللہ کا حکم تھا، آزمائش تھی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بڑھاپے میں اتنی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد ہم نے اولاد دی ہے تو کیا میرے اشارہ پر اپنی اولاد کو قربان کرتا ہے کہ نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، اور اللہ نے آپ کو لوگوں کا امام بنایا، اللہ نے فرمایا: ترجمہ: جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں میں آزمایا اور انہوں نے اسے پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا، عرض کرنے لگے اور میری اولاد کو فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر ہر سال جو ہزاروں جانوروں کو قربان کیا جاتا ہے وہ پیکر تسلیم و رضا حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے واقعے کو تازہ کرتا رہتا ہے اور ہمیں یہ پیغام فراہم کرتا ہے کہ ہم بھی اپنی تمام تر خواہشات کو رب العالمین کے احکام اور نسل اسماعیل کے آخری اور آفاقی نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی روش پر قربانی کریں اللہ ہمیں بھی اس مومنانہ صفات سے متصف فرمائے۔ آمین تقبل یا رب العالمین

✿✿✿

تعلیم وتربیت

بارش کے مسائل

● ترجمہ: الطاف الرحمن ابوالکلام سلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الأنبياء والمرسلين۔۔۔۔۔وبعد۔

دینی بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہم پر بارش جیسی عظیم نعمت کا نزول فرمایا اس سے میرے اندر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس موضوع پر ایک رسالہ تیار کروں جو اس کے متعلق مسائل کا جامع ہو اللہ تعالیٰ سے نفع کی امید رکھتے ہوئے خالص لوجہ اللہ اسے جمع کرنا شرع کر دیا جس کا ثمرہ آپ کے سامنے اس فولڈر کی شکل میں موجود ہے۔ **الھم علمنا ماینفعنا وانفعنا بما علمتنا واجعل ما نتعلمه حجة لنا لا علينا۔**

کسے معلوم کہ بارش کب ہوگی؟

پانچ امور ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کے بارے میں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ امور ایسے ہیں جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** [لقمان: ۳۴] (۱) بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے (۲) وہی بارش نازل فرماتا ہے (۳) اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے (۴) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ (۵) نہ کسی کو یہ معلوم کہ کس زمین میں مرے گا۔ [صحیح البخاری: ۵۰، ۴۷۷۷، مسلم: ۱۰۶]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ’’یہ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے، بغیر اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا، قیامت کے وقوع کا وقت نہ تو کسی نبی مرسل کو معلوم ہے اور نہ ہی کسی مقرب فرشتے کو **قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ** [الاعراف: ۱۸۷] آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے اسے اس کے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ اور اسی طرح بارش نازل ہونے کا علم بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ہاں! جب مقرر فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے تبھی انہیں معلوم ہوتا ہے (کہ کب اور کہاں ہم بارش برسانے کے مکلف ہیں) یا اللہ جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اسے بتا دے۔ [تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۴۵۳]

بارش رب کے فضل سے ہوتی ہے نہ کہ کسی اور کے:

زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صلح حدیبیہ کے موقع پر کھلے آسمان تلے صبح (فجر) کی نماز

کچھ تاریکی میں پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے تم سے کیا کہا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، (زید رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ میرا انکار کرتے ہیں، تو جس نے کہا (یاد رہے یہ دعا بارش ہو جانے کے بعد پڑھنی چاہئے): ''**مطرنا بفضل اللہ ورحمتہ**'' (ہمیں رب کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش نصیب ہوئی ہے) وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے، ستاروں کا انکار کرتا ہے، اور جو یہ کہتا ہے ''**مطرنا بنوء کذا و کذا**'' ہمیں فلاں فلاں ستارے (کے نکلنے یا ڈوبنے) سے بارش نصیب ہوئی ہے تو وہ میرا انکار کرتا ہے اور وہ ستارہ پرست ہے'' [صحیح البخاری: ۸۴۶، ۱۰۳۸ و مسلم: ۲۴۰]

صاحب تیسیر العزیز الحمید شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ استسقاء بالنجوم کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

پہلی قسم: یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ستارے ہی بارش نازل کرتے ہیں تو یہ کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ پانی بنا کر کے نازل کرنے والا تو صرف اللہ ہے، اور یہ عقیدہ رکھنے والے مشرکوں سے بھی گئے گذرے ہیں کیونکہ انہیں اتنا تو معلوم تھا کہ بارش نازل کرنے والا اللہ ہی ہے۔ فرمان باری ہے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ [العنکبوت: ۶۳] اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کس نے کیا؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا اللہ نے۔ آپ کہہ دیں ہر تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

دوسری قسم: بارش کے نزول کو ستارہ کی طرف اس اعتقاد کے ساتھ منسوب کیا جائے کہ نازل کرنے والا تو اللہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ عمل فلاں ستارے کے ظاہر ہونے کے وقت ہی جاری ہوتا ہے، اس عقیدہ کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ شرک خفی کے قبیل سے ہے، نبی ﷺ نے اسے امر جاہلیت قرار دے کر اس کی سخت بیخ کنی کی تھی، کیونکہ یہی عقیدہ مشرکین کا بھی تھا جو آج تک اس امت میں موجود ہے۔ [تیسیر العزیز الحمید: ۴۵۴، ۴۵۵ بتصرف]

بادل کی کیفیت

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ أَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ [الحجر: ۲۲]

اور ہم بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں اور تم اس کے ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہوا بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتی ہے تو اس سے پانی برسنے لگتا ہے اور یہی ہوائیں چل کر درختوں کو آباد کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں، اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ ہے اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ ہے تا کہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو کیونکہ بار آوری کم سے کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ

يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ [النور: ۴۳، ۴۴] کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انھیں ملاتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برستا ہے، وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑ میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے۔ بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی۔ اللہ ہی دن اور رات کو ردو بدل کرتا رہتا ہے آنکھ والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: آسمانی بارش ان بدلیوں سے نازل ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضاء میں گردش کر رہے ان ہواؤں سے پیدا کیا ہے جو بھاپ کی شکل میں (سمندر وغیرہ سے) اٹھتی ہیں۔ [مجموع الفتاوی: ۱۶/۱۶] اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بارش کے سلسلے میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ بارش کو آسمانی بدلیوں سے پیدا کرتا ہے اور وہ آسمان سے نازل ہوتی ہے، لیکن جس مادہ سے اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرتا ہے وہ وہی ہوا ہے جو کبھی فضا میں اڑتی ہے تو کبھی زمین سے اٹھتی ہوئی بھاپ کی شکل میں ہوتی ہے۔ [مجموع الفتاوی: ۲۴/ ۲۲۲]

بدلی دیکھ کر کون سی دعا پڑھیں؟

قاضی شریح عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب کبھی آسمان کے کنارے کوئی بدلی آتا ہوا دیکھتے تو جس کام میں ہوتے اسے چھوڑ دیتے اگرچہ دعا و مناجات ہی میں کیوں نہ ہوتے، پھر قبلہ منہ ہو کر یہ کہتے: "**اللهم انا نعوذ بک من شر ما ارسل به**" "اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس شر سے جس کے ساتھ یہ بدلی بھیجی گئی ہے" اگر بارش ہونے لگتی تو یہ پڑھتے: "**اللهم صيبا نافعا**" "اے اللہ ہم پر سیراب کرنے والی نفع بخش بارش نازل فرما" یہ دعا دو یا تین مرتبہ پڑھتے، اور اللہ اگر بدلیاں چھاٹ دیتا اور بارش رک جاتی تو اس پر اللہ کی تعریف کرتے۔ [صحیح ابن ماجۃ: ۳۱۴۳ وصححہ الالبانی]

بادل کی کڑک سن کر کون سی دعا پڑھی جائے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہمیں بادل کی کڑک، چمک اور بارش نے آ پکڑا، تو کعب رضی اللہ عنہ کہنے لگے جو شخص بادل کی کڑک سن کر یہ دعا تین مرتبہ پڑھے تو وہ کڑک (کے شر) سے بچا لیا جاتا ہے وہ یہ ہے: "**سبحان من يسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفته**" "پاک ہے وہ ذات جس کے حمد کی تسبیح کڑک کرتی ہے اور جس کے خوف سے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں" [الدعاء للطبرانی: ۹۸۵ علامہ ابن حجر نے اسے حسن قرار دیا ہے] نیز ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح یہ منقول ہے: "**سبحان الذي يسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفته**" [السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۲۶۳، الادب المفرد للبخاری بتحقیق علامہ البانی: ۷۲۳، وغیرہ ذلک، علامہ البانی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے]

بارش نازل ہونے کے وقت کی دعا

"اللھم صیبانافعا" اے اللہ (ہم پر) مسلسل برسنے والی نفع بخش بارش نازل فرما۔[صحیح البخاری: ۹۷۴] یا یہ دعا پڑھیں: "اللھم اجعله صیباھنیئا" اے اللہ مسلسل سیراب کرنے والی خوشگوار بارش برسا۔[سنن النسائی: ۱۵۲۳، ابن ماجہ: ۳۸۹۰ علامہ البانی اسے صحیح قرار دیا ہے]

پہلی بارش سے کچھ جسم اور سامان کو تر کرنا مستحب ہے

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہمیں بارش آلاحق ہوئی، آپ ﷺ نے جسم کا کچھ حصہ کھولا تا کہ اسے بارش کا قطرہ لاحق ہوجائے تو ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ کیا ماجرا ہے، آپ نے فرمایا: یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے پہلی بابرکت بارش ہے۔[مسلم: ۲۱۲۰]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ جب بارش ہوتی تو وہ اپنی لونڈی سے گھوڑے کی زین اور اپنا کپڑا مانگتے، اور یہ آیت پڑھتے: وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا[ق :۹] اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا۔[الادب المفرد للبخاری بتحقیق علامہ البانی: ۱۲۲۸ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے]

مسائل

[۱] بارش کے وقت دعا قبول ہوتی ہے: سہل بن سعد رضی اللہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا دو وقت ایسے ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی اذان کے بعد اور بارش کے وقت۔[متدرک الحاکم: ۲۵۳۴ حاکم اور علامہ ذہبی و البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے]

[۲] کیا برکت کبھی بارش سے چھن جاتی ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: قحط سالی اسے نہیں کہتے جس میں بارش نہ ہو بلکہ قحط اسے کہتے ہیں کہ بارش تو ہو لیکن کچھ اگے نہ۔[مسلم: ۵۷۴۷]

اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرما: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب کہ وہ وقت نہ آجائے جس میں بارش تو بکثرت ہوگی لیکن کچھ اگے گا نہیں۔[مسند احمد تحقیق شعیب ارناؤط: ۱۲۴۵۲، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۰، مسند البزار: ۷۴۱۱، متدرک الحاکم: ۸۵۶۷ حاکم، شعیب ارناؤط اور علامہ البانی وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے]

بارش رک جانے کے اسباب

فرمان باری ہی:

وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰـكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ۝ [الاعراف: ۹۶] اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑلیا۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہماری طرف متوجہ ہو کر یوں مخاطب ہوئے: اے مہاجرین پانچ امور ایسے ہیں جن میں تمہیں آزمایا جائے گا اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم اس میں آزمائے جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے: لوگوں کے زکوۃ نہ نکالنے کہ وجہ سے ان پر آسمانی بارش بھی رک جائے گی،

اور اگر جانور نہ ہوتے تو (ان کی برائیوں کی وجہ سے) بارش ہی نہ ہوتی۔[ابن ماجہ: ۴۰۱۹ علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے]

بارش میں جمع بین الصلاتین جائز ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے مدینہ میں سات اور آٹھ رکعت ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی پڑھائی، ایوب (سختیانی) کہتے ہیں کہ شاید وہ بارش کی رات تھی نا؟ تو (ابوالشعثاء) نے کہا: بات وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو۔[صحیح البخاری: ۵۴۳ و مسلم: ۱۶۶۹]

ابن باز رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک فتویٰ میں کہتے ہیں: ایسی سخت بارش جس میں مسجد تک جانا سخت تکلیف کا باعث ہو اس میں مغرب وعشاء اور ظہر وعصر کے درمیان جمع بین الصلاتین کرنا علماء کے دو قول میں سے صحیح ترین قول کے مطابق کوئی حرج نہیں، ایسے ہی راستے میں کیچڑ کی پھسلن اور جاری سیلاب کی وجہ سے ہو رہی مشقت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کی دلیل مسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے درمیان جمع بین الصلاتین کیا' خوف، بارش اور سفر کے عذر کے بغیر''۔[مسلم: ۱۶۶۷]

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں سفر کی طرح خوف اور بارش بھی جمع بین الصلاتین کے لئے ایک عذر مانا جاتا تھا، لیکن اس عذر کے باوجود اس حالت میں قصر جائز نہیں سوائے جمع بین الصلاتین کے کیونکہ وہ لوگ تو مقیم ہیں نہ کہ مسافر جبکہ قصر کی رخصت صرف سفر کے ساتھ خاص ہے۔[فتاوی مھمۃ تتعلق بالصلاۃ لابن باز ص: ۹۲]

وہ کون سی بارش ہے جس میں جمع بین الصلاتین جائز ہے؟

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جمع بین الصلاتین کو جائز قرار دینے والی بارش وہ ہے جو کپڑے کو تر کردے اور جس میں نکلنا مشقت کا باعث ہو، لیکن اس ہلکی بارش میں جو مشقت کا باعث نہ ہو جائز نہیں ہے۔ واضح رہے کہ برف باری اور سخت سردی کے ایام بھی بارش کے حکم میں داخل ہیں۔[الشرح الکبیر لابن قدامہ: ۲/ ۱۱۸ والمغنی لابن قدامۃ: ۴/ ۶۲]

بارش سے خوف کے وقت کیا کہیں؟

بارش کی مقدار جب جانی ومالی نقصان کا سبب بن جائے تو ایسی حالت میں جزع فزع اور سب وشتم کے بجائے ایمان بالقدر کو سامنے رکھ کر رب کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے، اور بارش رکنے کی یوں عام دعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہی دعا زیر لب لانا درست ہے جو نبی ﷺ نے کی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ ایک لمبی روایت بیان کرتے ہیں اسی میں ہے کہ ایک آدمی خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہوا اور نبی ﷺ کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوا: اے اللہ کے رسول! مال واسباب تباہ ہو گئے، روزی کے ذرائع بند ہو گئے اللہ سے دعا کر دیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے۔ (انس رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ''اللھم حوالینا ولا علینا، اللھم علی الآکام والضراب وبطون الأودیۃ ومنابت الشجر'' اے اللہ ہمارے اردگرد برسا نہ کہ ہم پر، اے اللہ ریت کے ٹیلوں، پہاڑوں، نشیبی جگہوں (ندی، جھیل، تالاب وغیرہ) اور سبزہ زار والی جگہوں میں برسا۔ اتنا دعا کرنا تھا کہ بارش رک گئی،

اور ہم دھوپ کی حالت میں مسجد سے نکلے۔[مسلم:۲۱۱۵] یا صرف "اللھم حوالینا ولا علینا" دو یا تین بار پڑھیں جیسا کہ بخاری وغیرہ کی متعدد روایتوں میں اتنا ہی مذکور ہے۔[صحیح البخاری: ۹۳۳، ۱۱۱۳، ۱۱۱۵، ۶۰۹۳ صحیح مسلم: ۲۱۱۶ و سنن نسائی: ۱۵۱۷]

بدلی دیکھ کر مطلق خوش ہونا کیسا ہے؟

اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بدلی اٹھتی ہوئی دیکھ کر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں چونکہ انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ بدلی دیکھ کر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، کیا پتہ کہیں وہ عذاب نہ لئے پھر رہی ہو، کیونکہ ہم سے پہلے ایسے ہی عذاب سے ایک قوم دوچار ہوئی تھی وہ لوگ بدلی اٹھتے دیکھ کر مارے خوشی کے کہہ رہے تھے یہ تو ہم پر بارش نازل کرنے والی بدلی ہے، حالانکہ اس میں ان کے لئے ہلاکت وتباہی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ میں دیکھتی ہوں کہ لوگ بدلیاں دیکھ کر پانی کی امید میں خوش ہوتے ہیں جبکہ آپ اسے دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے میں کراہیت کے آثار نظر آتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا معلوم! ہوسکتا ہے کہ اس میں عذاب ہو کیونکہ ایک قوم ہوا کے ذریعہ عذاب دی گئی ہے وہ لوگ بدلی کی شکل میں عذاب آتا ہوا دیکھ کر بخوشی یہ کہہ رہے تھے: یہ تو ہم پر برسنے والی بارش ہے۔[صحیح البخاری: ۴۸۲۹ و مسلم: ۲۱۲۳]

آندھی اور طوفان کے وقت کی دعاء

عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آندھی آتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے: "اللھم إنی أسالک خیرھا وخیر مافیھا وخیر ما أرسلت بہ، واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا وشر ما أرسلت بہ" اے اللہ میں سوال کرتا ہوں اس ہوا کی بھلائی کا اور وہ بھلائی جو اس کے اندر چھپی ہوئی ہے اور وہ بھلائی جس کے ساتھ یہ ہوا بھیجی گئی ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس ہوا کے شر سے اور اس شر سے جو اس کے اندر چھپی ہوئی ہے اور اس چیز کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔[صحیح مسلم: ۲۱۲۲]

خاتمہ

مذکورہ بالا باتوں سے فارغ ہونے کے بعد ذیل میں تین ایسے امور ذکر کئے جارہے ہیں جو اس بحث کے لئے بہت ہی اہم ہیں۔

[۱] بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نازل ہوتی ہے جیسا کہ فرمان باری ہے: وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ [الشوریٰ: ۲۸] اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔

[۲] بہت سے لوگ بارش کے نزول اور اس سے اگی ہوئی ہریالی وسرسبزی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں، ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے اعمال سے خوش ہے تبھی تو اپنی رحمت سے سیراب کررہا ہے، اور اس خوش گمانی میں تمام حدود وقیود کو چاک کرکے غفلت، لہولعب اور دنیاوی اغراض ومقاصد ہی تک سمٹ کر رہ جاتے ہیں، وہ اس بات کو بھلا بیٹھتے ہیں کہ دنیا کی قدر و قیمت رب کے سامنے ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، اور اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی نافرمان کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا، اور دنیا تو اللہ محبت کرنے والے کو بھی دیتا ہے

اور جس سے محبت نہیں کرتا اس کو بھی دیتا ہے، حتی کہ ظالم وگنہگار کو بھی دیتا ہے لیکن اس کی یہ بخشش بطور استدراج وتمہیل ہوتی ہے ۔جیسا کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ نے فرمایا: جب تم کسی گنہگار آدمی کو دیکھو کہ اللہ اسے اس کے گناہوں پر گناہ کئے جانے کے باوجود دنیاوی مال ومتاع سے نواز تا جارہا ہے تو جان لو کہ وہ اللہ کہ مہلت واستدارج (ڈھیل) میں ہے۔[مسند احمد تحقیق شعیب ارناؤط:۱۷۳۴۹، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۴۳۲۸، السلسلۃ الصحیحۃ:۴۱۳۔اسے شعب ارناؤط نے حسن جبکہ علامہ الالبانی صحیح قرار دیا ہے]

بعض سلف صالحین کہتے ہیں کہ جب لوگ برائیاں کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں طویل عمر اور مزید دنیاوی نعمتوں میں ملوث کر کے ڈھیل دے دیتا ہے پھر بڑی سخت پکڑ پکڑتا ہے۔

فرمان باری ہے: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۴۵ [الانعام: ۴۴،۴۵] پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو دی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے، پھر تو ظالموں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

[۳] ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ رب کی شکر گزاری نعمت الٰہی کی بقا کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس لئے رطب ویابس، خوشی وغمی ہر حال میں رب کی شکر گزاری سے رطب اللسان رہنا چاہئے۔

فرمان باری ہے: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝[ابرھیم:۷] اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کردیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو یقینا میرا عذاب بہت سخت ہے۔

رب کی دی ہوئی نعمتوں کی شکر گذاری یہ ہے کہ انہیں معصیت کے کاموں میں استعمال نہ کیا جائے۔

کچھ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بارش کے وقت اپنے اہل وعیال کو بے پردہ ایسی جگہوں پر لے جانے کا اہتمام کرتے ہیں جہاں لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے، منظر یہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورتیں بغیر حیا وشرم کے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ یہ ان کے باہمی ملاقات کا خوش گوار موقع ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنی عزت وناموس اور اہل وعیال کے سلسلے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔کیونکہ فرمان باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝۶ [التحریم: ۶] اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں۔

✿✿✿

عقیدہ ومنہج

ائمہ کرام اور سلفیت

● عبدالواحد انور یوسفی الاثری

تقلید ائمہ فرقہ بندی اور گروہ بندی کا مظاہرہ ہے جب کہ سلفیت ایک دعوت اور منہج ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقہ ومنہج کی پیروی کا نام ہے۔ وہی ہمارے سلف اور پیش رو ہیں۔ ان کی اتباع وپیروی کا نام سلفیت ہے۔ سلفیت کوئی فرقہ نہیں ہے۔ جس اصول ومنہج پر سلف صالحین کاربند اور عمل پیرا تھے اور کتاب وسنت کی بالادستی کی تعلیم دیتے تھے فرعی اور فروعی اور اجتہادی مسائل وفہمِ کتاب وسنت میں اُن میں بھی اختلاف ہوا کرتا تھا مگر وسعتِ قلبی اور ایک دوسرے سے حسنِ ظن کی بنیاد پر اختلاف کے باوجود کوئی کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا تھا۔ اور سلفِ صالحین کے منہج کی پیروی کا یہی مطلب ہے کہ ہم بھی باہم محبت ومؤدت، اتفاق واتحاد، اور رواداری کا مظاہرہ کریں اس کی دو شکلیں ہیں۔

پہلی شکل: یہ ہے کہ اجتہادی مسائل جن میں دلیل پوشیدہ ہوتی ہے اس میں ایک دوسرے کی آراء کا احترام کریں اور ایک دوسرے پر نکیر نہ کریں۔

دوسری شکل: یہ ہے کہ مسائلِ منصوصہ میں نص کی خلاف ورزی کرنے والے پر حکمت، نصیحت اور بطریق احسن بحث وحجت کے ذریعہ نکیر کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ:

{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} (المائدۃ:۲)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور دشمنی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

یہ ہے سلفیت کا مطلب کہ عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور اُن کی اصلاح کے پیش نظر اجتہادی مسائل میں رواداری کا مظاہرہ کیا جائے اور جو نصوص کتاب وسنت کے خلاف مسائل ہوں ان میں بھی حکمت، عمدہ نصیحت اور احسن طریقے سے بحث وحجت کا سہارا لیا جائے۔

ائمہ کرام بھی اسی اصول ومنہج پر عمل پیرا تھے۔ فرقہ بندی اور گروہی عصبیت سے کوسوں دور تھے اور اپنی اجتہادی اور بشری کوتاہیوں کو سمجھتے تھے۔ اسی لئے کتاب وسنت کی بالادستی کو تسلیم کرتے تھے اور خلاف کتاب وسنت اپنے اقوال سے رجوع بھی کر لیتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں کو بھی تاکید کرتے تھے۔ کہ اگر میری بات خلاف کتاب وسنت ہو تو اسے دیوار پر ماردو۔ چند

شہادتیں ملاحظ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔لوگ اس وقت تک ہدایت پر قائم رہیں گے جب تک ان میں علم حدیث حاصل کرنے والے موجود رہیں گے۔جب حدیث کے بغیر (دین کا) علم حاصل کیا جائے گا تو لوگوں میں بگاڑ اور فساد پیدا ہوجائے گا۔

(شعرانی نے میزان میں اس کا ذکر کیا ہے)

ایک آدمی امام مالک کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے بتایا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک یہ ہے۔اس آدمی نے عرض کیا۔اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ (النور: ٦٣) جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنے یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔(یہ روایت شرح السنۃ میں ہے)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے بہت سے اقوال ہیں ایک قول یہ بھی ہے۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس شخص کو سنت رسول معلوم ہوجائے۔اس کے لیے کسی آدمی کے قول کی خاطر سنت کو ترک کرنا جائز نہیں۔

(ابن قیم رحمہ اللہ اور فلانی نے اس کا ذکر کیا ہے)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اکرم ﷺ کی حدیث کو رد کردیا وہ ہلاکت کے دہانے پر کھڑا ہے۔(اس کا ذکر ابن الجوزی نے کیا ہے)

ائمہ تمام کے تمام سلفِ صالحین کے اصولوں پر گامزن تھے جس پر اہل حدیث کا عمل ہے۔مگر مقلدین نے مسلکی عصبیت کا مظاہرہ کیا۔اور ائمہ کے نام پر مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ مسلمانوں کے اختلاف،فرقہ واریت اور خانہ جنگی کی داستان بڑی المناک اور عبرت انگیز ہے جو تاریخ میں محفوظ ہے۔عالمی منظرنامے سے ہٹ کر ہم ہندوستان کی تاریخ دیکھتے ہیں کہ یہاں مقلدین اور عاملین بالحدیث خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے راستوں پر گامزن تھے۔منصبِ تدریس پر فائز شاہ اسحاق صاحب نے ۱۸۴۵ء میں جب وطن چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کیا تو اپنی جانشینی کے لئے عامل بالحدیث سید نذیر حسین محدث دہلوی کو منتخب کیا۔یہ تقلید کے پرستاروں کے لئے ایک چیلنج تھا۔چنانچہ قاری عبدالرحمن پانی پتی نے ایک کتابچہ ''کشف الحجاب'' کے نام سے شائع کیا۔اور یہ تأثر دیا کہ سید صاحب تو شاہ صاحب کے شاگرد ہی نہیں ہیں۔اس کتاب کا جواب مولانا محمد سعید بنارسی نے ''هداية المرتاب بردها في كشف الحجاب'' لکھا۔ اور جب کتاب کمشنر کے عدالت میں پیش کی گئی تو پانی پتی اپنی بات سے مُکر گئے۔پھر ایک خفیہ چٹھی کا فتنہ تھا جسے لکھ لکھ کر عوام میں تقسیم کیا گیا،اشتہارات نکالے گئے اور اہل حدیثوں کی طرف غلط مسائل منسوب کئے گئے۔''جامع الشواهد في إخراج الوهابيين عن المساجد'' ''انتظام المساجد بإخراج أهل الفتن والمفاسد'' اور اس طرح کی دل آزار کتابیں لکھ کر مقلدین نے ماحول کو خراب کردیا۔اس طرح مسلمانوں میں آپسی رواداری اور محبت،مؤدت ناپید ہوگئیں۔اور ہندوستان

کے سلفیوں/ اہل حدیثوں میں بھی شدت پسندی آگئی۔

کیسے ممکن ہے دھواں بھی نہ اٹھے دل بھی جلے
چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتا ہے

آج بعض اہل حدیث مصنفین کی کتابوں میں جو مسلکی حملے یا غیر مناسب الفاظ دل شکن باتیں ملتی ہیں وہ سب مقلدین کی الزام تراشیوں، تہمتوں، اور کذب بیانیوں کا شاخسانہ ہیں۔ ورنہ سلفیت کی ڈگر تو محبت ومؤدت، رواداری اور بھائی چارگی کی ہے۔ حزبیت، گروہ بندی اور فرقہ پرستی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سلفیت مسلمانوں کو متحد رکھنے کی ایک دعوت ہے۔ منہج سلف اختلاف کے باوجود ایک دوسرے پر گمراہی اور دخولِ جہنم کا فتویٰ صادر نہیں کرتا۔ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں ٹھہراتا۔ بلکہ دلائل کی روشنی میں بحث وحجت کے ذریعہ اصلاح بین المسلمین کی بھر پور کوشش کرتا ہے۔ معمولی اختلاف کو نظر انداز کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں تالیف قلب کی مصلحت پوشیدہ ہے۔ شرک وبدعت کو قطعی برداشت نہیں کرتا۔ وہ ''ماأناعليه وأصحابي'' کی روش پر خود قائم ہے اور تمام مسلمانوں کو اُسی پر متحد ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ سلفیت کی جو دعوت ہے، یہی دعوت ائمہ کرام کی بھی تھی، انہوں نے اپنی اور غیر کی تقلید سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ جو کتابوں میں آج بھی موجود ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ منعِ تقلید کے باوجود مسلمان غیروں کی سازشوں کے شکار ہو کر ان کی تقلید پر جم گئے اور ایسے جمے کہ امت فرقہ فرقہ ہوگئی۔ پھر آپس میں تکفیر وتضلیل جنگ وجدل اور محاذ آرائی کا سلسلہ شروع ہوا اور معاملہ یہاں تک پہونچا کہ خانہ کعبہ میں بھی مختلف مصلے اماموں کے نام سے بچھ گئے جو ساڑھے چار سو سالوں سے زیادہ قائم رہے اور مسلمانوں میں تقلیدی جمود اس درجہ سرایت کر گیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز باطل اور آپس میں مناکحت حرام قرار پائی، تاریخ میں سب کچھ محفوظ ہے۔ لیکن یہ سب کچھ جو ہوا اسے سلفِ صالحین اور ائمہ دین کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

چلئے ماضی کی تلخیوں کو بھول جائیے اور آئیے آج قرآن وحدیث پر متحد ہو جائیے، اسی پر قرون ثلاثہ کا اتفاق واتحاد تھا۔ سلف صالحین اور ائمہ دین اسی پر عمل پیرا تھے اور یہی سلفیت کی دعوت ہے کہ ہم ایک امت ہیں امت بن کر رہیں۔ فرقوں میں نہ بٹیں۔ اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو برداشت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد إذا اشتكىٰ منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمىٰ والسهر۔

مومنوں کی باہمی محبت، رحم دلی اور نرمی کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس کے لئے بے چین ہو کر بخار و بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے۔

کاش! اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنے مقام اور حیثیت کو سمجھ لیں۔ اور اختلافات کے باوجود امت کے مفادات پر اپنی اپنی ترجیحات کو قربان کر دیں۔ یہی سلفیت کی دعوت ہے۔

***

ادیان وفرق

ملک شام اور نصیریہ فرقہ کے عقائد ونظریات

● مختار احمد محمدی مدنی

ملک شام وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا عرب کا مشہور ترین علاقہ ہے‘ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں کاتب وحی اور نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر تھے‘ احادیث میں ملک شام کی بڑی فضیلت واہمیت بتائی گئی ہے‘ جب شام کہا جاتا ہے تو اس سے فلسطین سوریہ لبنان اور اردن یہ چاروں ممالک مراد ہوتے ہیں‘ گرچہ نئی حدبندی سے یہ چاروں ممالک الگ الگ ہوگئے ہیں‘ لہذا ملک شام سے متعلق وارد فضیلتوں میں مذکورہ چاروں ممالک برابر کے شریک ہیں‘ ملک شام انبیاء کرام کی سرزمین ہے‘ وہیں محشر کا میدان قائم ہوگا‘ شام کے ایک شہر دمشق کی ایک جامع مسجد کے مشرقی سفید مینارہ پر عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا‘ مزید کچھ مشہور فضائل آئندہ سطور میں احادیث کی روشنی میں پیش کئے جارہے ہیں۔ یہ ساری حدیثیں صحیح درجہ کی ہیں امام البانی رحمہ اللہ نے فضائل دمشق میں ان ساری حدیثوں کی تخریج کی ہے اور ان پر صحت کا حکم لگایا ہے‘ جو تفصیل کا طالب ہو وہاں رجوع کرے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: شام کے لئے مبارک ہو تین مرتبہ یہ کلمہ آپ نے دہرایا‘ صحابی رسول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سوال کیا آخر کیوں؟ تو آپ نے فرمایا: وہاں اللہ کے فرشتے اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بہت سارے لشکر دیکھو گے‘ شام میں ایک لشکر‘ عراق میں ایک لشکر اور یمن میں ایک لشکر ہوگا‘ وہ فرماتے ہیں میں کھڑا ہوگیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لئے کوئی ایک لشکر اختیار کردیجئے تو آپ نے فرمایا: شام سے مل جانا‘ اور جو وہاں نہ جانا چاہے وہ یمن کے لشکر کو لازم پکڑ لے اور وہاں کے تالابوں سے سیراب ہو اللہ رب العالمین نے شام اور وہاں کے باشندوں کی حفاظت کی مجھے ضمانت دی ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ میرے تکیہ کے نیچے سے ایک کتاب نکلی‘ پھر اچانک شام کی طرف جانے والی ایک چمکیلی روشنی میں تبدیل ہوگئی‘ آگاہ ہوجاؤ جب فتنے برپا ہوجائیں گے تو ایمان شام میں رہے گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں جب اہل شام میں خرابی پیدا ہوجائے گی تو تم میں کوئی خیر باقی نہیں رہ جائے گا‘ میری امت میں ایک جماعت تاقیامت حق پر قائم رہے گی۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاذ امام علی بن المدینی سے فرماتے

ہیں: کہ اس جماعت سے مراد اہل حدیث ہیں)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی صلاۃ پڑھائی اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: اے اللہ ہمارے مدینہ میں برکت دے، ہمارے مد اور صاع (ناپنے کے دو پیمانے) میں برکت دے اے اللہ ہمارے حرم میں برکت دے اور ہمارے شام میں برکت دے، ایک شخص نے کہا اور عراق میں بھی؟ آپ ﷺ خاموش رہے اور پھر وہی بات دہرائی، اس شخص نے پھر کہا اور ہمارے عراق میں تو آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے اور فرمایا: اے اللہ ہمارے مدینہ میں برکت دے، ہمارے مد اور صاع میں برکت دے، اے اللہ ہمارے حرم میں برکت دے اور ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ برکت در برکت دے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مدینہ میں کوئی ایسی گھاٹی اور سرنگ نہیں ہے جہاں اللہ کی طرف سے مامور دو دو فرشتے اس کی حفاظت نہ کر رہے ہوں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے آخری وقت میں حضر موت یعنی یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانکتے ہوئے شام لے جائے گی لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کس چیز کا حکم دے رہے ہیں فرمایا شام کو لازم پکڑو۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے گھمسان لڑائی کے دن مسلمانوں کا خیمہ غوطہ میں ہوگا، ایسے شہر کے قریب جسے دمشق کہا جاتا ہے وہ شام کا سب سے بہترین شہر ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اللہ کی منتخب زمینوں میں سے شام ہے وہاں اللہ کے منتخب بندے ہیں میری امت کی ایک جماعت بلا حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گی۔

یہ ملک شام سے متعلق احادیث کی روشنی میں کچھ فضیلتیں تھیں، ملک شام کا ایک بڑا ملک سوریہ ہے، وہاں بشار اسد کی ظالم وجابر کمیونسٹ حکومت قائم ہے، اس وقت وہاں کم وبیش ڈیڑھ سال سے شورش بپا ہے وہاں کی سنی عوام جن کا تناسب ۷۴ فیصد ہے حکومت کے خلاف برسرپیکار ہے، اور اس کا تختہ پلٹنے کے لئے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، جو فرقہ برسراقتدار ہے اس کا تعلق فرقہ نصیریہ سے ہے ان کا تناسب صرف دس یا بارہ فیصد ہے، لیکن اعداء اسلام کی سازش سے وہی برسراقتدار ہیں اور سنی مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، بستیاں نذر آتش کی جارہی ہیں شہر ویران ہو رہے ہیں، مساجد مسمار کی جارہی ہیں، چن چن کر سنی مسلمانوں کو سرعام قتل کیا جارہا ہے، بموں اور بلڈوزروں سے ان کے آشیانوں کو زمیں بوس کیا جارہا ہے، بوڑھوں بچوں عورتوں سب کو سرعام قتل کیا جارہا ہے اور یہ نہ نئی بات ہے اور نہ ہی تعجب خیز، موجودہ حکمراں کے والد حافظ اسد کے دور حکومت میں بھی سنی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تھے ایک ہی دن میں تیس ہزار سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا تھا اور ان کے مکانات کو زمیں بوس کر کے وہاں پارک بنا دیا گیا تھا، یہاں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں وہاں کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں؟ اس کا جواب جاننے کے لئے فرقہ نصیریہ

کے عقائد ونظریات کو جاننا ضروری ہے' اس کے بعد یہ خود بخود واضح ہو جائے گا کہ حکومت کی طرف سے قتل عام کا ننگا ناچ کیوں کھیلا جا رہا ہے۔

فرقہ نصیریہ کے بارے میں جاننے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین رہنی چاہئے۔

پہلی بات یہ کہ ان کے عقائد سینہ بہ سینہ چلتے ہیں' اپنے مذہب کی ان کی کوئی مفصل کتاب نہیں ہے' وہ اپنے عقائد صرف انہیں لوگوں کو بتاتے ہیں جنکے بارے میں پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ جان دے دیں گے لیکن ان عقائد کا افشاء نہیں کریں گے چونکہ عورتیں راز دار نہیں ہوتیں اس لئے انہیں بھی اپنے اصل عقائد کے بارے میں نہیں بتاتے' انہیں اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اگر ان کے عقائد لوگوں کو معلوم ہو گئے تو قبول کرنے کی بات تو درکنار ان سے قطع تعلق کرلیں گے اور انہیں مسلمان بھی نہیں سمجھیں گے' جیسا کہ ساٹھ ستر سال پہلے تک تھا' ان کے جو عقائد منظر عام پر آئے ہیں ان لوگوں کی طرف سے ہیں جو اس فرقہ میں داخل تو ہوئے لیکن جب ان کے کفریہ عقائد کا علم ہوا تو توبہ کر کے نکل آئے' اور ان کے خطرناک اور اسلام مخالف عقائد کو طشت از بام کیا' اسی لئے آج بھی ان کے اکثر عقائد ونظریات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

دوسری بات یہ ایک باطنی فرقہ ہے' باطنی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ظاہر اور باطن' ظاہر سے مراد ظاہری اعمال ہیں جیسے طہارت' صلاۃ' وزکاۃ' صوم وحج وغیرہ' ان ظاہری اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی' اصل اسلام باطن ہے' ان کے بقول ظاہر کی حیثیت چھلکے کی ہے جبکہ باطن کی حیثیت مغز کی ہے۔ جو عاقل ہے وہ چھلکے کو چھوڑ کر مغز اپناتا ہے' اور پھر ظاہر اعمال سے کیا مراد ہے اس کا علم صرف ان کے اماموں کو ہوتا ہے' ایسے عقیدہ کے حاملین کو باطنی کہا جاتا ہے' ان کا اول وآخر مقصد دین اسلام کو ڈھانا ہے' باطنیوں کے کئی فرقے ہیں' ان میں ایک مشہور فرقہ اسماعیلیہ ہے' جو اس وقت تین فرقوں میں بٹا ہوا ہے (۱) دروز (۲) بوہرہ (۳) آغاخانی' ہندوستان وپاکستان میں ان تینوں فرقوں کے ماننے والے موجود ہیں' قرامطہ بھی باطنیوں کا ایک پرانا فرقہ ہے' انہیں لوگوں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا جس میں کئی بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کے بعد حجر اسود نکال کر اپنے پاس لے کر چلے گئے تھے' جو کئی سالوں تک ان کے پاس رہا' انہیں اباحیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جس چیز کو حلال کرنا چاہتے ہیں اپنی خواہش کے مطابق حلال کر لیتے ہیں' بابیہ اور بہائیہ بھی باطنی فرقے ہیں' باطنی سارے فرقہ گمراہ نیز اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

تیسری بات فرقہ نصیریہ کے عقائد کے مطالعہ ودراسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصرانیت' یہودیت ومجوسیت' ہندومت اور اسلام کا ملغوبہ ہے' ان کے عقائد میں ان تمام دینوں کی کچھ نہ کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ یہ فرقہ دراصل شیعوں کے غالی فرقہ امامیہ اثناعشریہ کے بطن سے وجود میں آنے والا فرقہ ہے گیارہویں امام حسن بن علی العسکری کی سنہ ۲۶۰ ہجری میں جب وفات ہوئی تو مورخین کے بقول وہ لاولد تھے اس لئے ان کی وراثت ان کے بھائی اور ان کی والدہ کے درمیان تقسیم ہوئی' گیارہویں امام کی کوئی اولاد نہ ہونے کی صورت میں شیعہ حد درجہ حیران

وپریشان ہوگئے‘اب ان کی جانشینی کون کرے‘یہ بہت بڑا معاملہ تھا‘اس مسئلہ کو لے کر شیعہ کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے‘مورخ مسعودی کے بقول ۲۰ اور شیعہ عالم قمی کے بقول ۱۵ فرقوں میں منقسم ہوگئے‘بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کردیا تھا کہ امامت ختم ہوگئی‘اور قریب تھا کہ گیارہویں امام کی بلا ولد موت سے شیعہ کا وجود ہی ختم ہوجاتا‘لیکن اپنی بقاء کے لئے انہوں نے یہودیوں سے امام غائب کا عقیدہ چرایا‘اور یہ دعوی کیا کہ حسن عسکری کی اولاد تھی لیکن وہ نظروں سے غائب ہیں‘وہ زندہ ہیں اور وہی مہدی منتظر ہیں‘جو آخری زمانہ میں آئیں گے‘اور دنیا سے ظلم وزیادتی کا خاتمہ کرکے اسے عدل وانصاف سے بھردیں گے‘اس عقیدہ نے شیعوں کو جان دی اور نیست ونابود ہونے سے بچالیا‘ بعد میں یہی عقیدہ شیعوں کے یہاں نہ صرف بنیادی بلکہ سارے عقیدوں کا محور قرار پایا‘جب ان کے درمیان اس عقیدہ کو شہرت اور اسے قبولیت کا درجہ ملا‘ تو شیعہ کے بہت سارے لوگوں نے اس بات کا دعوی کرنا شروع کردیا کہ وہ اس امام غائب کے درمیان واسطہ ہیں‘انہیں لوگوں میں سے تیسری صدی ہجری میں ابوشعیب محمد بن نصیر بصری نمیری نامی ایک شخص ہے وہ مذہبا پارسی تھا‘شیعوں کے تینوں اماموں کا زمانہ اسے ملا‘علی بن محمد الہادی (دسواں امام) الحسن بن علی العسکری (گیارہواں امام) اور امام غائب محمد بن الحسن (بارہواں امام) اس کا دعوی تھا کہ وہ گیارہویں امام کا دروازہ اور اس کے علم کا وارث ہے‘اور بارہویں امام کے غائب ہونے کے بعد اب صرف اسی کو مرجعیت حاصل ہے‘ اس نے نبوت کا بھی دعوی کیا‘اماموں کے بارے میں حد درجہ غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں الوہیت کے مقام پر لا کھڑا کیا۔سنہ ۲۷۰ھ میں اس کی وفات ہوئی۔اسی شخص کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس فرقہ کے لوگوں کو نصیری کہا جاتا ہے‘ اس باطنی فرقہ کے اور بھی نام ہیں جیسے نمیریہ‘معنویہ اور علویہ وغیرہ‘ جب سوریا پر فرانس کا قبضہ ہوا‘ تو فرانسیسی استعمار نے جاتے جاتے جہاں ان لوگوں کو حکومت دی وہیں لوگوں کو دھوکہ دینے اور ان کی اصل حقیقت چھپانے کی غرض سے انہیں علویہ کا نام دیا‘ یہ نام ان لوگوں کو بیحد پسند ہے‘فرقہ بابیہ کا بانی مرزا علی محمد شیرازی نے بھی تیسری صدی ہجری میں ایران میں یہی دعوی کیا تھا‘ کہ وہ امام غائب کا دروازہ ہے‘دروازہ کو عربی میں باب کہتے ہیں اس لئے اس فرقہ کو بابیہ کہا جاتا ہے‘ بہرکیف فرقہ نصیریہ کے جو عقائد ونظریات طشت ازبام ہوئے ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

(۱) ان کا عقیدہ ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معبود ہیں یا ان میں الوہیت حلول کرگئی ہے‘وہ دنیا میں انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے ورنہ وہی معبود ہیں جیسے جبریل امین انسان کی شکل میں وحی لے کر آتے تھے‘یہ بھی ان لوگوں کا گمان ہے کہ علی ظاہر میں امام اور باطن میں معبود ہیں‘اسی عقیدے کی بناء پر یہ لوگ عبدالرحمن بن ملجم جس نے علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا‘اس کی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں اور اس سے محبت کا اظہار کرتے ہیں‘ یہی نہیں بلکہ اسے سب سے افضل شخص قرار دیتے ہیں کیونکہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرکے لاہوت کو ناسوت سے الگ کیا تھا‘ وہ علی محمد ﷺ اور سلمان فارسی کا مثلث بھی بناتے ہیں‘اس کے لئے تین حرفوں کا اپنا شعار بنا رکھا ہے (ع۔م۔س)

ان کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں سکونت پذیر ہیں' جب بادل چلتے ہیں تو اسے یہ کہہ کر سلام کرتے ہیں السلام علیک یا اَبا الحسن۔ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کڑک علی کی آواز اور برق ان کا سونٹا ہے' اسی عقیدہ کی بناء پر وہ بادلوں کی خوب تعظیم کرتے ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ علی نے محمد ﷺ کو پیدا کیا اور محمد نے سلمان فارسی کو پیدا کیا اور سلمان فارسی نے پانچ یتیموں کو پیدا کیا' انہیں پانچوں کے ہاتھوں میں آسمان وزمین کی کنجیاں ہیں (۱) مقداد بن الاسود یہ رعد وکڑک اور زلزلوں پر مامور ہیں (۲) ابوذر غفاری ستاروں پر مامور ہیں (۳) عبداللہ بن رواحہ: ہواؤں اور انسانوں کی روح نکالنے پر مامور ومقرر ہیں (۴) عثمان بن مظعون: انسانی امراض پر مامور ہیں (۵) قنبر بن کادان رحم مادر میں روح پھونکنے پر مقرر ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے عقیدہ میں حد درجہ تناقض ہے' کبھی علی کو رب کہتے ہیں تو کبھی نبوت ورسالت میں نبی اکرم محمد ﷺ کا شریک مانتے ہیں۔تو کبھی مستقل نبی تو کبھی ایک عام انسان کی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی وفات نہیں ہوئی ہے وہ چھپ گئے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

اللہ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ جب چاہتا ہے جسموں میں حلول کر جاتا ہے۔

(۲) اپنے اماموں کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں وہ اللہ کے اولیاء ہیں' وہ زمین وآسمان میں اللہ کے علم سے بخوبی واقف ہیں' وہ اللہ کے ہاتھ اور بازو ہیں' وہ اللہ کا چہرہ اور آنکھیں ہیں' مؤمن جدھر بھی نظر اٹھائے ہر جگہ وہی نظر آتے ہیں' جب ان کی مشیت ہوتی ہے تبھی اللہ کی بھی مشیت ہوتی ہے۔ ان کے ائمہ' انبیاء کرام سے افضل وبرتر ہیں' کیونکہ ان کے ائمہ بلا واسطہ اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں جبکہ انبیاء کرام بالواسطہ اللہ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔شیعہ اثنا عشریۃ اور باطنیوں کا بھی اماموں کے تعلق سے یہی عقیدہ ہے۔

(۳) تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھتے ہیں' جو بت پرستوں سے لیا ہوا عقیدہ ہے' یہ ان کا بہت ہی اہم عقیدہ ہے' اس کا مطلب ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح دنیا میں کسی دوسری شکل میں آتی ہے' اگر نیک انسان ہے تو پھر دوبارہ انسان کی شکل میں دنیا میں واپس آجاتی ہے اور اگر شریر وگنہگار ہے تو ناپاک حیوانوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جیسے کتے' بھیڑیا' خنزیر اور بندر وغیرہ' کبھی کبھی جمادات جیسے پتھر اور لوہا کی شکل میں بھی روح ظاہر ہوتی ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بدکار شخص کی روح یہودی' یا نصرانی یا سنی مسلمان کی شکل میں واپس آتی ہے۔اس سے سنی مسلمانوں کے تئیں ان کے بغض وعناد اور نفرت کا اندازہ ہوتا ہے' اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جو صحابہ کرام جیسی مقدس اور اعلیٰ اخلاق پر فائز ہستیوں سے نفرت کرے وہ کسی سے محبت کر نہیں کرسکتا۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے مومنوں کی روحیں سات مرتبہ شکلیں تبدیل کرتی ہیں اس کے بعد انہیں ستاروں کی جھرمٹ میں جگہ ملتی ہے' اسی لئے ان کا عقیدہ ہے کہ آسمان میں جتنے بھی کواکب ونجوم ہیں یہ ان کے نیکوکار مومنوں کی روحیں ہیں۔اسی

کفر یہ عقیدہ کی آڑ میں وہ جنت وجہنم، ثواب وعقاب اور یوم آخرت کا انکار کرتے ہیں، جو بلا شبہ کھلا ہوا کفر ہے۔

یہ بھی ان کا عقیدہ ہے جو کفر وضلالت اور عناد وتمرد میں سرکش ہوتا ہے وہ اصلی ابلیس بن جاتا ہے، اور ان کی نظر میں ہر وہ شخص جو نصیری نہیں ہے آدمی کے روپ میں اصلی ابلیس ہے۔

(۴) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہ صرف شدید بغض وعداوت رکھتے ہیں بلکہ انہیں کافر ومرتد قرار دیتے ہیں، ان پر لعن وملامت اور سب وشتم کرتے ہیں، انہیں ظالم وجابر کہتے ہیں، بالخصوص ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، سعد، سعید، خالد بن الولید معاویہ اور عمرو بن العاص، رضی اللہ عنہم اجمعین کو، ان شخصیتوں کو تو ہر برائی کی جڑ اور اساس قرار دیتے ہیں، ان کے مطابق ابوبکر کو صدیق کا لقب اس وقت دیا گیا جب انہوں نے غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حیران کن معجزے دیکھے تو دل میں یہ چھپا کر رکھا کہ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں اے محمد تو ساحر ہے۔ یعنی جب اکثر لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی بناء پر ابوبکر کو صدیق کا لقب نہیں ملا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ساحر وکاہن کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر صدیق کا لقب ملا۔

جس دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن وہ جشن مناتے ہیں شیعہ حضرات بھی فیروز مجوسی کو جس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا شجاع بابا کا لقب دیتے ہیں، اس کا مزار بھی ایران میں موجود ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ اور جتنے بھی باطنی فرقے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سب کا یہی عقیدہ اور موقف ہے۔

نصیریوں کے یہاں جہاد کا مطلب تینوں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام پر سب وشتم اور لعن وملامت بھیجنا ہے۔

یہ ہے انبیاء کرام کے بعد اس کائنات کی سب سے افضل ومقدس اور پاکباز ہستیوں کے بارے میں ان لوگوں کا عقیدہ، اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ ان کا مذہب ہی انکار شریعت اور عدم عمل پر قائم ہے جبکہ صحابہ کرام سب سے زیادہ دین وشریعت کے پابند تھے اس لئے سب سے زیادہ انہیں پر لعنت وملامت بھیجتے ہیں، صحابہ کرام کے بارے میں جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو انہیں مسلمانوں کا دوست سمجھنا یہ خود فریبی اور خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں، جو اللہ کے برگزیدہ بندے صحابہ کرام کا دشمن ہو وہ کسی مسلمان کا دوست وخیر خواہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

(۵) تقیہ جسے عام فہم زبان میں نفاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تمام شیعہ اور باطنیوں کا ایک اہم اور بنیادی عقیدہ ہے، جس کا مطلب زبان سے کچھ کہنا اور دل میں کچھ اور عقیدہ رکھنا۔

(۶) جن جن چیزوں کی یہ تقدیس کرتے ہیں ان میں شراب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، ان کے مذہب میں شراب انتہائی مقدس ومعظم چیز ہے۔ ان کے یہاں ہر عید اور جشن میں شراب کا دور چلتا ہے، جب کوئی جاہل ان کے عقیدہ میں داخل ہوتا ہے تو ان کے نقباء اور نجباء اپنے ہاتھوں سے اسے شراب پیش کرتے ہیں، چونکہ شراب کی اصل انگور ہے اس لئے انگور کا درخت بھی ان کے یہاں مقدس مانا جاتا ہے۔

(۷) عورتوں کو بیحد حقیر وذلیل سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک

حیوان سے بھی کمتر درجہ عورت کا ہے'ان کا عقیدہ ہے کہ عورتوں کے مرجانے سے ان کی روحیں بھی مرجاتی ہیں کیونکہ عورتوں کے لئے کوئی خاص روح نہیں ہوتی' یہی وجہ ہے کہ وہ عورتوں کو عبادات کا طریقہ بھی نہیں سکھاتے'ان کے یہاں عورت کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا' خاص طور سے اگر اس کے بھائی موجود ہوں'ہاں وراثت میں سے معمولی رقم بطور تعاون دی جاسکتی ہے۔

(۸) مجوسیوں کی طرح ان کے یہاں بھی محرم عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جب تک عورت اپنی شرمگاہ کو اپنے مومن بھائی کے لئے جائز نہیں کرتی وہ مومن نہیں ہوسکتی۔ صبح الاعشی کا مؤلف ان کے بارے میں رقمطراز ہے''مجوسی عقیدے کی حامل رزیل وملعون جماعت ہے ان کے یہاں بیٹیاں حرام ہیں نہ بہنیں اور مائیں'اس کے متعلق ان سے بہت ساری حکایتیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۹) قبروں کو پختہ اور خوبصورت بناتے ہیں' بالخصوص اپنے علماء ومشائخ کی قبروں کی خوب تزئین وآرائش کرتے ہیں اور ان کی زیارت کا بھی خوب اہتمام کرتے ہیں۔

(۱۰) عام طور پر ان کے یہاں نماز نہیں ہوتی اور اگر وہ نماز پڑھتے بھی ہیں تو ان کی نمازیں ہماری نمازوں سے مکمل مختلف ہوتی ہیں' رکعتوں میں بھی اختلاف ہے اور اوقات میں بھی' ان کے یہاں پانچ نمازیں بھی نہیں ہوتی ہیں' اور نہ ہی مسجدیں ہوتی ہیں' وہ جمعہ بھی نہیں پڑھتے ہیں' ان کی نمازوں میں عام طور پر سجدہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بلا وضو وہ نماز پڑھتے ہیں' ان کے یہاں ع س م کا کہنا وضوء ہے۔

(۱۱) ان کے یہاں عیدوں کی بہت زیادہ تعداد ہے' یہود ونصاری کی ہر عید مناتے ہیں' عید الاضحیٰ ذوالحجہ کی بارہ تاریخ کو مناتے ہیں' ان کے یہاں عید فطر نہیں ہوتی اور اس میں افسوس کی کوئی بات نہیں جب وہ رمضان کے روزے ہی نہیں رکھتے تو کس منہ سے عید فطر منائیں گے۔

(۱۲) دین وعربی زبان اور عقل ومنطق سے ہٹ کر عبادات کی باطنی تاویل ان کے یہاں عام ہے'ان کا عقیدہ ہے جو باطن سمجھ لیا اس سے ظاہر ساقط ہوجاتا ہے' یعنی وہ عبادات کی بیڑیوں سے آزاد ہوجاتا ہے' اسی فلسفہ کی بنیاد پر انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق اسلامی عبادات وشعائر کی من مرضی تاویل کی ہے مثال کے طور پر:

شہادت کا مطلب ان کے نزدیک (ع م س) کی طرف اشارہ ہے۔

صلاۃ: دین کے اسرار ورموز کی معرفت کا نام ہے۔

صوم: رازداری برتنا اور عورتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے۔

زکاۃ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا رمز' ہے لہذا ان کے ذکر سے زکاۃ ساقط ہوجاتی ہے۔

حج: میں جتنے بھی مناسک اور شعائر ہیں وہ چند متعین اشخاص کے رموز ہیں' ان اشخاص کی معرفت حج ہے۔

جنابت: کا مطلب دشمنوں سے دوستی رکھنا اور علم باطنی سے جہالت ہے' جبکہ طہارت کا مطلب دشمنوں سے دشمنی وعداوت رکھنا اور علم باطنی کی معرفت ہے' وغیرہ وغیرہ۔

ان عقائد سے ان کا کفر اظہر من الشمس ہے، یہی وجہ ہے جب سے یہ فرقہ وجود میں آیا اس وقت سے ہر زمانہ کے علماء نے ان پر کفر کا فتوی لگایا ہے اور ان کے وجود سے لے کر سیریا پر فرانسیسی استعمار تک لوگ انہیں کافر وزندیق ہی سمجھتے تھے یہی نہیں بلکہ ان سے قطع تعلق رکھتے تھے، ان سے بات چیت بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ سے تنگ آکر ان لوگوں نے پہاڑیوں پر رہنا شروع کر دیا تھا' سیریا میں لاذقیہ پہاڑی پر ان کی تعداد بکثرت پائی جاتی ہے، جب سیریا سے فرانسیسی استعمار ختم ہونے لگا تو حکومت دینے کے لئے انہیں ایسے ہی دشمن اسلام لوگوں کی تلاش تھی، فرانسیسی استعمار نے ان لوگوں کو ایک نیا نام بھی دیا وہ علوی تھا اس نام سے یہ لوگ زیادہ خوش ہوتے ہیں، یہ لوگ پہاڑیوں سے نیچے اترے اور اس وقت سے حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آگئی ورنہ اس سے پہلے ان کا کوئی ذکر نہیں تھا اور عام وخاص ہر شخص انہیں دشمن اسلام ہی سمجھتا تھا' میں یہاں بغرض اختصار صرف ایک عالم دین کا فتوی نقل کررہا ہوں، وہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں فرماتے ہیں:

''یہ یہود ونصاری اور مشرکوں سے بڑے کافر ہیں' بلکہ یہ باطنی فرقہ قرامطہ کے بہت سارے لوگوں سے بڑے کافر ہیں'ان کا ضرر تاتاری جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں ان سے بھی کہیں زیادہ ہے'یہ ہمیشہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ رہتے ہیں' وہ مسلمانوں کے خلاف نصرانیوں کا ساتھ دیتے ہیں' ان کے یہاں سب سے بڑی مصیبت تاتاریوں پر مسلمانوں کی فتح اور غلبہ ہے' تاتاری انہیں کی مدد سے بغداد میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے خلیفہ اور بہت سارے بادشاہوں کو قتل کیا۔''

اب یہ واضح ہوگیا کہ آخر شامی حکومت سنی مسلمانوں کا قتل عام کیوں کررہی ہے اور پھر ایران شامی حکومت کا ہر ممکن تعاون کیوں کررہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ شام کی جو بھی فضیلت ہے وہ صحیح اسلامی عقیدہ اپنانے میں ہے اگر کسی کا عقیدہ قرآن وسنت کے خلاف ہے تو یہ فضیلتیں اس کو حاصل نہیں ہوسکتی، جیسے حدیث کے مطابق مدینہ میں موت آپ ﷺ کی شفاعت کا موجب ہے، لیکن وہاں مرنے والے ہر شخص کو آپ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی، جب تک انسان حقیقی موحد اور متبع سنت نہیں ہوگا' مدینہ میں وفات ہوجانے سے بھی اس شخص کو نبی اکرم ﷺ کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی' مثال کے طور پر مدینہ میں منافقین کا سردار ابی بن سلول کی وفات ہوئی' آپ ﷺ نے اس کی صلاۃ جنازہ بھی پڑھائی، بقیع میں اسے دفن بھی کیا گیا' اس کے باوجود اسے نبی کریم ﷺ کی شفاعت قیامت کے دن حاصل نہیں ہوگی' کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن تھا' وہ تعلیمات اسلام پر عمل پیرا نہیں تھا' معلوم ہوا کہ اسلام کی کسی بھی بشارت کو حاصل کرنے کے لئے حقیقی موحد اور متبع سنت ہونا ضروری ہے۔

(مراجع ومصادر: (۱) فرق معاصرۃ تالیف غالب بن علی العواجی (۲) رسائل فی الأدیان والفرق والمذاهب تالیف محمد بن ابراهیم الحمد)

✿✿✿

یادرفتگاں

عصرحاضر کی عظیم شخصیت فضیلۃ الشیخ عبدالحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

● سعید احمد بستوی - نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

دلِ مضطر کو کون دے تسکین رحلت فخر روزگار ہے آج
غم سے بھرتا نہیں دل ناشاد کس سے خالی ہوا جہاں آباد

بلاشبہ آپ کی ذات گرامی انہیں مغتنم ہستیوں میں سے تھی جنہوں نے ملک وملت کی بیش بہا خدمات انجام دیتے ہوئے اپنی جان عزیز جان آفریں کے حوالے کردی، فانااللہ وانا الیہ راجعون

آپ گوناگوں خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے، چند سطریں لکھتے ہوئے قلب وجگر پر حزن وملال کی کیفیت طاری ہورہی ہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد آپ کی آمد سلفیان ہند کے لئے انتہائی خوش آئند ثابت ہوئی، آپ جہاں ایک بہترین مثالی مدرس تھے وہیں آپ ایک متحرک وفعال منتظم بھی تھے، جس کے پیش نظر آپ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا، آپ نے اپنے دورنظامت میں جماعت کو مستحکم کیا اور ترجمان کا مسلم پرسنل لاءنمبر شائع کرکے اہل علم وفضل سے خراج تحسین حاصل کیا۔ جماعت ومسلک کے تعلق سے آپ کا موقف انتہائی مضبوط اور بے لچک تھا۔

آپ بے باک خطیب انشاء پرداز اور بلند پایہ صحافی تھے، اور جب ماضی کی تاریخ پر گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کوئی مورخ بول رہا ہے، زندگی کا اکثر حصہ ترویج کتاب وسنت، اعلائے دین حق اور استیصال شرک وبدعت میں گذرا آپ نے زبان وقلم کی قوتوں سے کام لے کر دین حق اور منہج سلف کی اس قدر خدمات جلیلہ انجام دی ہیں کہ اگر ان سب کو فردا فردا شمار کیا جائے تو ایک دفتر بھی ناکافی ہوگا۔ آپ نے سرزمین دہلی میں ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سینٹر کے نام سے سوسائٹی رجسٹرڈ کروائی جس کے تحت معہد عثمان بن عفان لتحفیظ الکریم وخدیجۃ الکبریٰ گرلس پبلک اسکول اور صدیقہ عائشہ شریعت کالج اور جامعہ اسلامیہ سنابل کے نام سے ایک عظیم اقامتی درسگاہ کی داغ بیل ڈالی جو مسلک سلف کے ممتاز تعلیمی ادارے ہیں جن کے فیض یافتگان دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ادارہ روز افزوں ترقی کی راہوں پر گامزن ہے مختلف جامعات ویونیورسٹیز سے اس کا معادلہ ہے پورے ہندوستان میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔

مولانا نے مجاہدانہ زندگی گزاری بہت کم ایسے لوگ ہیں جن میں مذہب اور جماعت کی تڑپ اور جذبات ہوں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی علمبرداری کا ذمہ اپنے اوپر لے کر اور ہر مردہ قالب میں زندگی کی نئی حرکت وروح پھونکنے کا مستانہ وار کام کرتے ہوں۔

رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے جو خواب ادھورے رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ابنائے رحمانی کو انہیں پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی توفیق بخشے (آمین)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ رحمانی صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائے۔ ابناء رحمانی، متعلقین وپسماندگان اور محبین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقہ وفتاویٰ

اسماء وصفات باری تعالیٰ میں الحاد شرک ہے

● عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

سوال: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا میں الحاد کا کیا معنیٰ ہے اور اس کا شرعا کیا حکم ہے وضاحت کریں؟

جواب: الحاد عربی زبان میں مائل ہونے کو کہا جاتا ہے اسی سے لحد بغلی قبر بھی مشتق ہے کیونکہ وہ ایک طرف مائل ہوتی ہے اور عقیدہ کی اصطلاح میں الحاد کا معنیٰ ہے "المیل فی الاسماء والصفات عما یجب الاعتقاد فیھا" کہ یہ اسماء وصفات میں شرعاً جو عقیدہ رکھنا واجب ہے اس سے مائل ہو جانا دوسری طرف پھر جانا۔ عقیدہ کے باب میں الحاد کا معنیٰ جاننے اور سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسماء وصفات کے متعلق سلف صالحین کا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ یہ اسماء وصفات اللہ تعالیٰ کے لئے بلا کسی تحریف، تعطیل، تکییف یا تمثیل کے اس طرح ثابت مانے جائیں کہ شان باری کے لائق اور سزاوار ہوں، اب اگر کوئی آدمی اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے سلسلے میں اس واضح اور متفق علیہ عقیدہ کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ رکھے تو الحاد ہے۔

صحیح عقیدہ سے غلط عقیدہ کی طرف مائل ہونا اور صحابہ واسلاف کرام کے عقیدہ سے دوسرے باطل عقیدوں کی طرف پھر جانا ہے جو ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰

(اعراف:۱۸۰) اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

اسماء حسنیٰ میں الحاد کی کئی صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(ا) الحاد کی پہلی شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ناموں کا انکار یا بعض صفات کا انکار کیا جائے جیسے کہ مشرکین اللہ کے ناموں میں سے خصوصی طور پر الرحمن کا انکار کرتے تھے یا جیسے کہ بعض اہل بدعت کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے، سمیع ہے لیکن اس سے صفت رحمت، صفت سمع، صفت بصر کا اثبات نہیں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ معتزلہ اور معطلہ وغیرہ کا عقیدہ ہے۔

(۲) الحاد کی دوسری شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے نام سے پکارا جائے جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنے لئے منتخب کیا ہے، جیسے کہ نصاریٰ نے اللہ کو "الاب" باپ کا نام دیا، یا جیسا کہ اہل منطق طرح طرح کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

(۳) الحاد کی تیسری شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کو یا صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے اور پھر تشبیہ سے بچنے کے لئے اس کا انکار کرے کیونکہ صفات باری تعالیٰ مخلوق کے صفات کے مثل نہیں ہیں۔ " لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" اس کے مثل کوئی شئ نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد الخزاعی کہتے ہیں کہ "من شبه الله بخلقه فقد كفر، و من جحد ما وصف الله به نفسه فقد كفر، وليس فيما سمى الله ووصف به نسفه تشبيه" جس نے اللہ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی تو اس نے کفر کیا اور جس نے اللہ کے لئے ثابت شدہ صفات کا انکار کیا تو اس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں تشبیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) الحاد کی چوتھی شکل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں سے بتوں کا نام بھی مشتق کیا جائے جیسے کہ مشرکین کا یہ کہنا کہ لات الہٰ سے ہے عزیٰ عزیز سے ہے اور مناۃ منان سے ہے۔

چنانچہ الحاد کی مذکورہ بالا تمام شکلوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ الحاد کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے ناموں میں شرک کرتے ہیں۔ (تفسیر الطبری: ص ۹/ ۱۷۹)

(۵) بعض علماء نے الحاد کی پانچویں شکل یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ کے ناموں میں کمی کر دی جائے مثلاً اسے کسی ایک ہی مخصوص نام سے پکارا جائے اور دوسرے صفاتی ناموں سے پکارنے کو برا سمجھا جائے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: فقہ العبادات/ العثیمین: ۱۷۔ ۲۷، المصباح المنیر تہذیب تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۴۷، احسن البیان ص: ۴۶۹)

شرک اصغر اور اس کی مختلف شکلیں:

سوال: شرک اصغر کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے نیز وہ کون سے اعمال ہیں جو شرک اصغر ہو سکتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: شرک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرک اکبر۔ (۲) شرک اصغر۔

شرک اکبر یہ ہے کہ اللہ کی ربوبیت، الوہیت یا اسماء وصفات میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یا اس کا مقابل ٹھہرانا اور شرک اصغر یہ ہے کہ بندہ کوئی ایسا کام کرے جس میں شرک کی آمیزش اور بو ہو لیکن وہ شرک اکبر تک نہ پہنچے جیسے ریاکاری اور دکھاوے کے لئے کسی عمل کو انجام دینا، بدشگونی لینا، شرکیہ جھاڑ پھونک کرنا، تعویذ گنڈا وغیرہ کرنا۔

چنانچہ شرعی نصوص کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شرک اصغر انتہائی خطرناک بیماری ہے جو انسان کی توحید اور اس کے عقیدہ وایمان کے بگاڑنے کا سبب بن سکتی ہے۔ اس

لئے علماء نے شرک اصغر کے متعلق درج ذیل باتوں کو خاص طور سے نوٹ کیا ہے:

۱-شرک اصغر ایک کبیرہ گناہ ہے بلکہ نواقض توحید کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

۲-شرک اصغر کبھی شرک اکبر کا چور دروازہ ہے اور بسا اوقات انسان کو دائرہ اسلام وایمان سے خارج کر دینے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

۳-شرک اصغر اعمال صالحہ کے ثواب کو ختم کرنے اور برباد کرنے کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عملا اشرک فیه معی غیری ترکته وشرکه" کہ میں تمام شریکوں میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔(مسلم)

یوں تو شرک اصغر کے مظاہر اور اس کی مثالیں بہت ہیں جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ ذیل میں کچھ مخصوص اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہیں علماء سلف نے شرک اصغر میں شمار کیا ہے۔

۱-الریاء: یعنی اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو دکھانے کے لئے کسی نیک عمل کو انجام دینا۔ حضرت محمود بن لبید کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:"ان اخوف مااخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا: وما الشرک الاصغر یا رسول اللہ! قال: الریاء یقول اللہ عز و جل لھم یوم القیامة اذا جزی الناس باعمالھم اذھبوا الی الذین کنتم ترأوون فی الدنیا ھل تجدون عندھم جزاء" یعنی سب سے زیادہ مجھے تم پر شرک اصغر کا خوف ہے۔ صحابہ نے کہا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء اور دکھاوا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعمال کے حساب وکتاب کے وقت اپنے بندوں سے کہے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں یہ عمل دکھانے کے لئے کرتے تھے دیکھو کہ کیا وہ آج تمہیں اس کا بدلہ دے سکتے ہیں۔(مسند احمد)

دوسری روایت میں آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا"ایھا الناس ایاکم وشرک السرائر قالوا یا رسول اللہ! وما الشرک السرائر، قال: یقوم الرجل فیصلی فیزین صلاته جاھدا لما یری من نظر الناس الیه فذلک شرک السرائر'' کہ اے لوگو! اندر کے شرک سے بچو لوگوں نے کہا یہ اندر کا شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے اسے لوگوں کو دکھانے کے خاطر خوب اچھی طرح مزین کر کے پڑھتا ہے، یہی اندر کا شرک ہے۔(صحیح ابن خزیمہ)

۲-صرف اسباب پر اعتماد کرنا یعنی ایک آدمی اسباب کو ہی سب کچھ نفع ونقصان کا مالک سمجھ لے اس لئے یہ شرک اصغر ہے مومن کو چاہئے کہ اللہ پر بھروسہ کرے اور اللہ پر توکل اور بھروسے کے ساتھ اسباب کو اختیار کرے۔

۳-بدشگونی لینا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ''الطیرة شرک"بدشگونی شرک ہے۔

۴۔تعویذ گنڈا اور شرکیہ جھاڑ پھونک: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک" جھاڑ پھونک، گنڈا تعویذ وغیرہ شرک ہیں۔

۵۔غیر اللہ کی قسم کھانا: فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "من حلف لغیر اللہ فقد کفر او اشرک" جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔(ترمذی)

۶۔نچھتروں کے ذریعہ پانی طلب کرنا وغیرہ اس لئے ایک مومن کو چاہئے کہ شرک اصغر کے ان اعمال قبیحہ سے احتراز کرے جو توحید کو توڑنے کا سبب ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: تہذیب تسہیل العقیدہ۔ الجبرین: ص:۱۵۱-۱۷۰، الارشاد الی صحیح الاعتقاد للفوازن:۱۱۷-۱۳۱)

کفار ومشرکین اور غیر اقوام سے مشابہت رکھنا حرام ہے

سوال: کفار ومشرکین سے مشابہت کا کیا معنی ہے اور کن چیزوں میں مشابہت حرام ہے تفصیل کے ساتھ واضح کریں۔

جواب: قرآن وحدیث میں کفار ومشرکین سے تشبہ اختیار کرنا مشابہت کرنا، ان کے طریقوں کو ماننا ایک مسلمان کے لئے حرام وناجائز ہے۔ نبی کریم نے اس کے لئے تشبہ کا لفظ اختیار کیا ہے۔

تشبہ کا معنی: کسی کی تقلید کرنا، مشابہت کرنا، اس کے مثل طریقے پر چلنا وغیرہ ہوتا ہے اور شرعی طور پر تشبہ کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ کفار ومشرکین سے ان کے ایسے عقائد، عبادات، عادات اور اخلاق میں مشابہت اختیار کرنا جو ان کی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اور اگر یہ چیزیں مشترک ہیں ان کی خصوصیات میں نہیں ہیں اور شریعت میں اس کی حرمت کے لئے کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو یہ مشابہت نہیں ہے۔ نبی نے واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا: "لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ؟ قال فمن؟" کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے کی ضرور اتباع کروگے بالشت در بالشت اور ہاتھ در ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اس کے پیچھے جاؤ گے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ یہود ونصاریٰ ہوں گے، آپ نے کہا اور کون ہوگا۔(صحیح مسلم:۲۶۶۹)

اور دوسری حدیث میں آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: " خالفوا المشرکین" مشرکوں کی مخالفت کرو۔ (بخاری:۵۸۹۳، مسلم:۲۵۹) "خالفوا الیھود" یہودیوں کی مخالفت کرو۔(ابوداؤد:۶۵۲، بسند صحیح) "خالفوا المجوس" مجوسیوں کی مخالفت کرو۔(مسلم:۲۶۰) اور پھر تشبہ سے منع کرتے ہوئے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم" کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔(ابوداؤد:۴۰۳۱، صحیح الجامع:۶۰۲۵)

تشبہ سے ممانعت کے اسباب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کی مشابہت سے بچنے کا

جو حکم دیا ہے اس کے کچھ بنیادی اسباب ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) کفار ومشرکین کے اعمال گمراہی وضلالت وہلاکت پر مبنی ہوتے ہیں۔

(۲) مشابہت کرنے اور اختیار کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اختیار کرنے والا کفار ومشرکین کے تابع ہو گیا اور کسی مسلمان کے لئے نبی کی اتباع اور صحابہ کرام کے منہج کے سوا کسی کے راستہ کی اتباع جائز نہیں۔

(۳) مشابہت کافروں کے دین، مذہب اور ان کے طور طریقے کو اپنے اوپر اپنے دین پر غالب کرنے کا سبب ہے گویا کہ آدمی ان کے طور طریقے اور عادات واطوار کو اچھا سمجھتا ہے۔

(۴) مشابہت کافروں سے قربت اور محبت کا ذریعہ ہے اور اس سے قرآن وحدیث میں منع کیا گیا ہے ایک مسلمان کو تو صرف اللہ کے نیک بندوں سے محبت کرنی چاہئے۔

تشبہ اور مشابہت کی صورتیں: کفار سے مشابہت درج ذیل امور میں سے ہو سکتی ہے۔

۱- عقیدہ اور اعتقاد کے امور میں اور یہ سب سے خطرناک اور نقصان دہ امر ہے جو ایک مسلمان کے لئے کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے جیسے کہ بزرگوں کو مقدس ماننا یا شخصیت پرستی کرنا نبوت کا دعویٰ کرنا کسی کو اللہ کا بیٹا مان لینا، غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانا، وغیرہ وغیرہ

۲- کفار کے عید، میلے اور خوشی کے دنوں کو اختیار کرنا جیسے مختلف مناسبات پر کفار کا قومی دن منانا کسی کی میلاد منانا، جنم دن منانا وغیرہ جیسے عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے نیا سال عیسوی منانا، اسی طرح مغرب کی نماز تاخیر، یا دیر سے پڑھنا سحری نہ کھانا، افطاری کرنے میں جلدی نہ کرنا وغیرہ۔

۴- عادات وغیرہ کے معاملے میں کفار سے مشابہت کرنا مثال کے طور پر لباس، کھانے پینے وغیرہ کے امور میں کفار کے ان عادات کو اختیار کرنا جو ان کے شعار میں داخل ہو یا خصوصیت میں داخل ہو جیسے داڑھی منڈوانا، سونے چاندی کے برتن کا استعمال کرنا، بے پردگی اور عریاں لباس اختیار کرنا، کسی کی آمد پر کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ۔

کن لوگوں کی مشابہت سے شریعت نے منع کیا ہے:

۱) عمومی طور پر تمام کفار۔

(۲) مشرکین اور جملہ اہل مشرکین۔

(۳) اہل کتاب، (۴) مجوس۔

(۵) فارس اور روم۔

(۶) اہل جاہلیت۔

(۷) شیطان۔

(۸) اعرابی اور دیہاتی جن کا دین وایمان کامل نہیں ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد پختہ نہیں ہوتے ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ مذکورہ اصناف واقسام کے اہل کفر وباطل کے طریقوں سے دور رہیں۔

(دیکھئے: قضایا عقدیہ معاصرۃ / دکتور ناصر عبدالکریم العقل)

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی:

مورخہ یکم ستمبر ۲۰۱۳ء صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجلاس عام بمقام جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری بروز اتوار بعد نماز مغرب تا دس بجے شب مولانا عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ نظامت کے فرائض مولانا سعید احمد بستوی نے انجام دیئے۔

۱) شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے عظمت حج اور اس کا پیغام، آپ نے حج مبرور کی وضاحت فرمائی نیز آپ نے فرمایا کہ "الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنه"، اس کے باوجود اگر بندوں کے حقوق دبالئے یا غصب کر لئے تو وہ کبھی بھی معاف نہیں ہوں گے۔ شیخ نے مفصل طریقے سے خطاب کیا۔

(۲) شیخ محمد مقیم فیضی رحفظہ اللہ نے اجتماعیت کی اہمیت اور اس کے تقاضے کے عنوان سے خطاب فرمایا آپ نے کتاب وسنت واحادیث صحیحہ کی روشنی میں اجتماعیت کے فوائد کیا ہیں اور انتشار میں کتنا نقصان ہے وضاحت فرمائی اور اسلاف کرام کے واقعات پیش فرمائے۔

(۳) شیخ ابوزید ضمیر پونہ آپ نے نوجوانوں کی مشکلات اور ان کا حل، آپ نے نوجوانوں کو نصیحت کی فرمایا کتاب وسنت پر عمل کرو اور دین کے تقاضوں کو پورا کرو اپنے ماں باپ کا احترام کرو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نوجوان بچے والدین کی خدمت سے منہ چراتے ہیں مگر فرمائش بڑی لمبی لمبی کرتے ہیں بائک چاہئے اتنا خرچہ چاہئے ایسا کپڑا چاہئے ڈیمانڈ رکھتے ہیں اور والدین کو اپنا فینانسر خیال کرتے ہیں باپ ہے کہ بے چارہ فرمائش پوری کرنے میں لگا رہتا ہے مگر بیٹا ہے کہ بڑھاپے میں بھی خدمت نہیں کرتا۔

(۴) شیخ شمیم فوزی (آئی آر ایف) گھر کی اصلاح وتربیت میں عورت کا کردار۔ آپ نے عورت مغربی دنیا میں عورت، یہودی دنیا عرب دنیا ہندوستان میں ایک اجنبی قابل گردن زدنی سمجھی جاتی تھی شوہر کی چتا کے ساتھ اسکو جلا دیا جاتا تھا راجہ رام موہن رائے نے اپنی بھابھی کو ستی ہونے سے بچایا اور ایک حد تک اس انسانیت سوز حرکت پر روک لگی مگر آج بھی بعض علاقوں میں اس خاتون کو شوہر کی چتا کے ساتھ جلنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

آپ نے صحابہ وصحابیات کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور ان کا معاشرہ وہ اپنی بیٹیوں کی کتنی اچھی طرح سے پرورش پرداخت کرتے تھے اسلام نے عورت کو اس کا جائز مقام دیا اور حیا وحجاب کے ساتھ گھر میں عزت کے ساتھ بیٹھے رہنے کو ترجیح دی۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی:

ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی (قلابہ تاورلی) کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس ''عظمت حج'' کے عنوان سے ممبئی، وی ٹی، حج ہاؤس کے وسیع ہال میں مورخہ ۷ ر ستمبر ۲۰۱۳ء منعقد ہوئی۔

کانفرنس کے پہلے مقرر شیخ خالد جمیل مکی (بھیونڈی) نے تاریخ مکہ مکرمہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مکہ کی تاریخ درحقیقت مسجد حرام کی تاریخ ہے۔جس کی پہلی بنیاد فرشتوں کے ذریعہ ہوئی اور اس کی تجدید مختلف مراحل سے گذرتی رہی مثلاً حضرت آدم علیہ السلام ،حضرت ابراھیم علیہ السلام، قریش مکہ، عبداللہ زبیر اس وقت اس کی ذمہ داری مملکت توحید سعودی عربیہ کے حصہ آئی۔ مکہ مکرمہ کی تاریخ کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ہم وقت، تاریخ اور سال کا تذکرہ کر کے گذرجائیں بلکہ وہاں کے تمام مقامات مقدسہ کے متعلق داستانوں کو سنیں ، پڑھیں اور دیکھیں اور ان لمحات اور واقعات کو یاد کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

مولانا عنایت اللہ سنابلی مدنی نے ''اسوۂ ابراہیمی'' کے عنوان پر جامع اور مدلل خطاب فرمایا، اور اپنے خطاب میں بتلایا کہ توحید باری کا کھلا اعلان اور شرک سے بیزاری کا کھلا اعلان ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اس امت کے لئے سب سے عظیم اسوہ ہے، جس کی پیروی کا نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو مختلف آیات قرآنی میں حکم دیا گیا ہے، اس کے علاوہ، جان و مال، اولاد و اقارب اور تمام محبوبات کو اللہ کی مرضی کے تابع اور اس کے حکم پر تج دینا بھی اسوۂ ابراہیمی کا حصہ ہے، نیز آپ نے دلائل کتاب وسنت کی روشنی میں بتلایا کہ حج بیت اللہ اور اس کے مناسک کا بیشتر حصہ اسوۂ ابراہیمی اور اس کی یادگار ہے۔

مولانا ابورضوان محمدی نے ''حج ملی اتحاد کا ذریعہ'' پر مفصل و مدلل خطاب کیا۔آپ نے فرمایا کہ حج ایثار، ہمدردی، قربانی، اخوت و بھائی چارگی، مساوات، تزکیہ نفس اور ساری دنیا کے کلمہ گو بھائیوں کے متحد ہونے کا اہم ذریعہ ہے۔دوسرے مذاہب میں اس طرح کی مثال نہیں ملتی۔پہلی نشست کی نظامت مولانا حافظ دلشاد محمدی (خطیب مومن پورہ مسجد اہل حدیث) نے انجام دیا۔

مغرب کی نماز کے فوراً بعد دوسری نشست کے پہلے مقرر مولانا محمد مقیم فیضی نے اپنے خطاب میں ''حج کا آفاقی پیغام'' کے موضوع پر فرمایا کہ حج کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت کا صحیح ادراک کیا جائے ،توحید خالص کو اپنی زندگی کا شعار بنایا جائے۔ساری عبادتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق انجام دی جائیں جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اگر میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے چومتے ہیں تو میں تجھے نہیں چومتا۔کتاب وسنت کو ترک کرنا باعث ذلت ہے۔اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ انسان وہ ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کو محفوظ سمجھیں۔کتاب وسنت کی تعلیم پر جمع ہو کر سارے اختلافات کو ختم کر دینا چاہیئے اور باہمی مودت اور ہمدردی کے رشتہ سے منسلک ہونا چاہیئے۔عورتوں اور غلاموں کے حقوق کی ادائیگی پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔اور کمزور طبقہ کو مساوی حقوق کی منصفانہ ضمانت دی گئی ہے، بعد ازاں اس کانفرنس کے کنویز عبدالجلیل انصاری نے ضلعی جمعیت کی کارکردگی اور مستقبل کے عزائم اور ضرورتوں کو اجلاس میں پیش کیا۔

ناظم اجلاس مولانا انصارزبیر محمدی نے عازمین حج کو احرام تا طواف وداع عملی مشق کے ذریعہ سمجھایا نیز آپ نے اپنے خطاب میں عرفہ کے دن کی دعا کو انتہائی اہم بتایا، جمرات میں گالم گلوچ، دھکم دھکی اور چپل جوتے پھینکنے کو شیطانی عمل بتایا نیز فرمایا کہ حج کا پورا سفر توحید کے اردگرد گھومتا ہے۔ جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کے استاذ مولانا ابورضوان محمدی نے فرمایا کہ حج دین کا رکن ہے اور کثیر المقاصد عبادت ہے۔ دنیا کے تمام خطوں اور علاقوں سے کلمہ گو مختلف قوموں، نسلوں، علاقوں اور زبانوں کے حاملین یکساں اعمال، عبادات واذکار عرفات اور مشاعر حج میں ادا کرتے ہیں سب کی زبان پر تلبیہ اور کلمہ توحید ہوتا ہے سب کا لباس ایک ہوتا ہے، سب ایک جیسے اعمال انجام دیتے ہیں اعلیٰ ادنیٰ، امیر غریب، عربی عجمی، رنگ ونسل اور زبان کا بھید بھاؤ نہیں ہوتا۔ پوری دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد ومساوات اور اخوت کی حقیقی شکل ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے اس کا کھلم کھلا اعلان فرمایا ہے۔ اس کانفرنس سے جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم مولانا عبداللہ سعود حج کمیٹی کے چیئرمین جناب عطاء الرحمن صاحب اور علیگڑھ سے مولانا عبدالمعید مدنی نے اپنے تاثرات پیش کئے۔

عظمت حج کانفرنس کے بنیادی مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے صدر کانفرنس مولانا عبدالسلام سلفی نے فرمایا بندہ حج کے ذریعہ اللہ کی بندگی، عبادت کی بنیادوں سے آگاہ ہوتا ہے نیز ساری دنیا کے حجاج ایک لباس ایک طریقہ عمل وعبادت اختیار کر کے اتحاد امت کا سبق لیتے ہیں، مشاعر ومقامات مقدسہ کو چومنا چاٹنا اور وہاں خلاف سنت عمل سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ اخیر میں صدر کانفرنس نے ذمہ داران ضلعی جمعیت اور رضا کاروں کو اس کامیاب پروگرام پر مبارکباد دی اور اللہ سے قبولیت کی دعا فرمائی آپ ہی کی دعا سے کانفرنس کا اختتام ہوا۔ کانفرنس میں مردوں کے علاوہ خواتین کی بھی کثیر تعداد موجود تھی۔ مالیگاؤں، بھیونڈی، ممبرا، اندھیری سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

جمعیت اہل حدیث بھیونڈی:

جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کی جانب سے ۹ر ستمبر ۲۰۱۳ء کو اقصیٰ گرلز ہائی اسکول میں عازمین حج کیلئے ایک تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں عازمین حج کی رہنمائی کی گئی۔ بھیونڈی اور مضافات کے علاقوں سے عازمین حج کی کثیر تعداد نے اس کیمپ میں شرکت کی اور اس سے بھرپور استفادہ کیا۔

کیمپ کا آغاز ناظم جمعیت نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ بعد ازاں مولانا مطیع الحق خان نے اس کیمپ کی غرض وغایت بیان کی اور عازمین کو بتایا کہ سفر حج پر جانے سے قبل وہاں کی معلومات اور حج کے طریقے سے آگاہ ہونا کیوں ضروری ہے۔ مولانا خالد جمیل مکی نے اس موقع پر حج کی فضیلت اور اہمیت کے موضوع پر خطاب کیا اور معلومات کی کمی کی بنیاد پر حج کے دوران ہونے والی اکثر غلطیوں کی نشاندہی کی۔ اپنے خطاب میں انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اتنی دولت عطا کردی ہے کہ اس پر حج فرض ہوگیا ہے تو اسے چاہئے کہ فوراً سے پیشتر حج کا عزم کرلے اور اس فرض سے سبکدوش ہوجائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ لڑکیوں کی شادی اور اس طرح کی دیگر بہانے بازیوں کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ اس تربیتی کیمپ میں مولانا انصارزبیر محمدی نے حج کے ارکان کی ادائیگی کے طریقے

پر روشنی ڈالی۔ عازمین کو سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، اس کیلئے انہوں نے وہ ارکان کس طرح ادا کئے جائیں، عملی طور پر کر کے بتایا۔ کیمپ میں شرکت کرنے والے تمام عازمین حج کو حج اور عمرہ سے متعلق مسائل کا کتابچہ، سی ڈی اور نقشہ مفت دیا گیا۔ اس کیمپ میں بھیونڈی اور قرب جوار کی آبادی سے تعلق رکھنے والے عازمین حج کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جس میں خواتین کی تعداد بھی کافی تھی۔ ان کیلئے پردے کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ویسٹ ممبئی:

۱۴ر ستمبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری ایسٹ میں ایک درس بعنوان حج کی اہمیت وافادیت، جس کو شیخ سعید احمد بستوی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے خطاب کیا آپ نے مختلف مسائل پر روشنی ڈالی اور حج میں حجاج سے ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی کی۔

۱۴ر ستمبر ۲۰۱۳ء بروز بدھ بعد نماز عصر تا عشاء مسجد اہل حدیث اینٹ بھٹی گوریگاؤں ایسٹ میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا جس کے مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ عبداللہ عبدالحمید مدنی حفظہ اللہ تھے، بعد نماز عصر تلاوت قرآن کریم کے بعد شیخ سعید احمد بستوی حفظہ اللہ نے نماز کی اہمیت وفرضیت کے تعلق سے خطاب فرمایا مختلف فیہ مسائل پر آپ نے روشنی ڈالی اور نماز کی اہمیت پر مدلل خطاب کیا، انتظامیہ نے مہمان کرام وحاضرین کے لئے عشائیہ کا انتظام کیا تھا اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا:

ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا کا ماہانہ اجلاس عام، الحمدللہ! ہر مہینے کی آخری اتوار کو پابندی سے منعقد ہو رہا ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں آخری عشرہ کی مناسبت سے ۱۸ر جولائی بروز اتوار ۲۰۱۳ء بعد نماز ظہر تا مغرب مسجد و مدرسہ دارالسلام شملہ پارک کوسہ ممبرا میں ضلعی و صوبائی امیر فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں ایک اہم مجلس کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کے پہلے خطیب فضیلۃ الشیخ محمد ارشد سکراوی حفظہ اللہ نے ''متقیوں کے اوصاف،، کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے اسلامی زندگی میں تقوی کی اساسی حیثیت کے مختلف جہتوں کو بیان کیا، فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ نے قرآن کریم سے اہل ایمان کی وابستگی اور تمسک کے کئی اہم ترین پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے سامعین کے سوالوں کا بھی جواب دیا، بعد نماز عصر دوسری نشست میں فضیلۃ الشیخ مولانا مقیم فیضی حفظہ اللہ نے اصلاح معاشرہ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے معاشرتی فساد و بگاڑ اور اخلاقی قدروں کی پامالی کے بہت سے علل واسباب کے ساتھ ساتھ ہماری سماجی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا، آخری خطیب فضیلۃ الشیخ شمیم احمد فوزی حفظہ اللہ نے رمضان کے آخری عشرہ کی خاص عبادتوں سے متعلق احکام ومسائل کی تفصیلات بیان فرمائی اور لوگوں کے سوالوں کا جواب بھی دیا، مسجد دارالسلام کے ذمہ داروں نے تمام سامعین کے لئے افطاری کا انتظام بھی کیا، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے، فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان طارق اثری (امام وخطیب مسجد فیض عام) نے نظامت کے فرائض انجام دیئے، سامعین کی کثیر تعداد نے شرکت کر کے علماء کے بیانات سے استفادہ کیا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بحسن وخوبی اجلاس عام اپنے اختتام کو پہونچا۔،، الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وھو حسبنا ونعم الوکیل۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کھیڈ، رتناگری:

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے دعاۃ ومبلغین سلفیت کوفروغ اور اصلاح بین المسلمین کے پیش نظر مسلسل سرگرم عمل رہتے ہیں، جس کے لئے کھیڈ شہراور اس کے اطراف واکناف کے تقریباً بارہ مقامات پر مہینے میں کم از کم ایک بار بعد نماز مغرب موقع ومحل کے اعتبار سے مختلف عناوین پر خطاب فرماتے ہیں، اور سامعین کے سوالوں اور نجی مسئلوں کا جواب احسن طریقے سے قرآن وسنت کی روشنی میں دینے کی کوشش کرتے ہیں، فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی اثری حفظہ اللہ اس دعوتی مشن کے روح رواں ہیں جن کی سرپرستی میں مرکز کے دیگر علماء ودعاۃ (فضیلۃ الشیخ ندیم یونس محمدی، عبداللہ محمد صدیق سنابلی اور طہٰ محفوظ الرحمن رحمانی) اپنی ذمہ داریوں کوبحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ضلعی جمعیت اہل حدیث رتناگری کے زیراہتمام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کا گیارھواں ماہانہ اجتماع:

مؤرخہ ۸؍ستمبر ۲۰۱۳ء مطابق یک ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ بروز اتوار بعد نماز عصر ''مسجد اہل حدیث کھیڈ'' میں رکھا گیا۔جس میں خطاب فرمانے کے لئے فضیلۃ الشیخ واحد الرحمن اثری حفظہ اللہ امام وخطیب مسجد دارالسلام رتناگری کودعوت دی گئی، آپ مقررہ وقت پر تشریف لائے اور ''حقوق العباد'' کواپنا موضوع بناتے ہوئے بتلانے کی کوشش کی کہ اگر آدمی حقوق اللہ کی ادائیگی کماحقہ کرنے لگے تو دیگر حقوق کی ادائیگی اس کے لئے آسان ہوجائے گی، چاہے ماں باپ کے حقوق ہوں، بیوی بچوں کے حقوق ہوں، رشتہ داروں کے حقوق ہوں یا عام مسلمانوں کے حقوق ہوں، آگے چل کر ''لاتدخلوا الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا'' الخ حدیث رسول پیش کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ اگر مسلمانوں میں آپسی محبت پیدا ہوجائے تو آپسی حقوق کی ادائیگی بے حد آسان ہوجائے گی، تقریباً ایک گھنٹے کے خطاب کے بعد سامعین کی طرف سے سوالوں کا سلسلہ شروع ہوا۔فضیلۃ الشیخ واحد الرحمن اثری حفظہ اللہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں سامعین کے سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا۔

انتقال پرملال

یہ خبرانتہائی افسوس کے ساتھ دی جاتی ہے کہ مولانا محفوظ الرحمن سراجی صاحب کے بہنوئی جناب عتیق الرحمن علیگ (۷۳؍سال) ۱۱؍ستمبر ۲۰۱۳ء کی شب اچانک درد اٹھا اسپتال لے جایا جارہا تھا کہ راستے ہی میں آپ نے چند لمحوں میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

فاناللہ وانا الیہ راجعون۔صبح ۱۱ربجے آپ کی نماز جنازہ بڑے بھائی جناب مولانا فضل الرحمن ازہری نے پڑھائی اور جری مری قبرستان میں تدفین عمل میں آئی کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ تھے۔

آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے ایک بیٹی ایک بیوی ودیگر احباب ہیں، اللہ تعالیٰ پسماندگان کوصبر جمیل کی توفیق دے اور متوفی کی بال بال مغفرت فرمائے۔اللھم اغفرلہ وارحمہ۔قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

نوٹ: صوبائی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران واراکین آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مالک جو زمیں کا ہے وہی عرش علا کا
جاندار کا ، بے جان کا اور شاہ وگدا کا

مخلوق میں انسان کو اشرف جو بنایا
لازم ہے کرے حق بھی ادا حمد وثناء کا

ظاہر میں ہے قربانی وحج رب کی اطاعت
دراصل ہے یہ طرز عمل کس کی ادا کا

شاہد ہے فلک دیتی ہے تاریخ گواہی
کس طرح ہوا معرکہ سر کرب وبلا کا

اک وادیٔ بے آب میں ماں بیٹے کو چھوڑا
تحفہ تھا براہیم کے ہونٹوں پہ دعا کا

پلٹے تو کہا گھر ترا آباد ہو یا رب
قائم بنے اولاد مِری دین ھدیٰ کا

توشہ نہ رہا ، پیاس کی شدت بڑھی حد سے
ماں دوڑ لگانے لگی مروہ وصفا کا

بچے نے جہاں ایڑیاں رگڑی تھیں وہیں پر
جبریل کے پر سے کھلا منہ آب بقا کا

قربانی فرزند براہیم کی آمد
پیغام لئے آیا ہے تسلیم و رضا کا

عرفات کی وادی میں ٹھہرنا ہے عبادت
قربان گاہ سارا ہے میدان منیٰ کا

بے ابتلاء ملتی نہیں دنیا کی امامت
پر خار ہے یہ جادۂ حق، صدق وصفا کا

انورؔ جو کوئی رب کا ہوا ، رب ہوا اس کا
آئینہ دکھاتا ہے یہ آئین ، وفا کا

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
August - September 2013

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاهم الله خيراً

Published By
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70
Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066
Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com